سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ مجدّدیہ کا دستور العمل

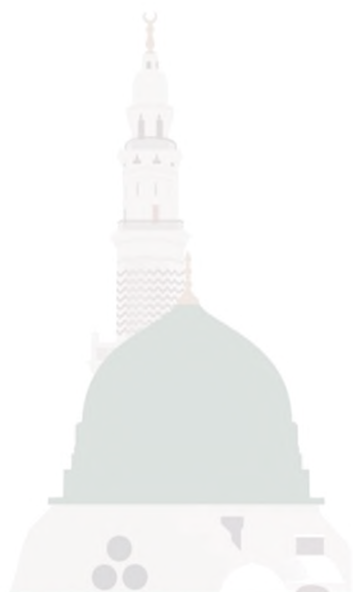
منہاج السّلوک

(وحید العصر، حضرت ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کا روحانی ارتقاء)

مسعود الرحمٰن نقش بندی مجدّدی

اسسٹنٹ پروفیسر

گورنمنٹ ڈگری کالج، گھوڑا باری، ٹھٹہ


www.maktabah.org

سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ مجدّدیہ کا دستور العمل

مِنہاجُ السُّلُوک

(وحید العصر، حضرت ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاںؒ کا روحانی ارتقاء)

مسعود الرحمٰن نقش بندی مجدّدی

اسسٹنٹ پروفیسر

گورنمنٹ ڈگری کالج، گھوڑا باری، ٹھٹہ

عنوان : منہاج السّلوک

مصنف : مسعود الرحمٰن نقش بندی مجدّدی

اشاعت : صفر المظفر ۱۴۳۳ھ/ جنوری ۲۰۱۲ء

برقی ڈاک کا پتا : masudphoenix@yahoo.com

فون نمبر : 0331-3510531

ناشر : مطبوعاتِ ابتہاج، ۳۳۶، سلطان شاہ کالونی
نزد میر فضل ٹاؤن، لطیف آباد نمبر ۹، حیدر آباد

ہدیہ : ۱۲۰/روپے

انتسابِ ایں مجموعہ

بہ سیّد العارفین، معین السالکین حضرت سیّدی و وسیلتی

مولانا سلیم خاں بخاری نقش بندی و مجدّدی مدظلہٗ

و امام الطریقہ والشریعہ، حضرت حافظ منیر احمد خاں مدظلہٗ

احقر العباد

مسعود الرحمٰن

مقدمہ

سلسلۂ نقش بندیہ اپنی خصوصیات کی وجہ سے تمام سلاسل میں نمایاں ہے۔اس خاندان کی امتیازی صفات میں حضراتِ سلسلہ کی گراں قدر تصانیف بھی ہیں۔ چناں چہ مکتوباتِ امام ربانیؒ، حضرات القدس، انفاسِ نفیسہ، اربع انہار، عمدۃ السلوک اور باقیاتِ باقی، جیسی کتابیں سالکینِ راہِ طریقت اور عامۃ النّاس میں یک ساں طور پر مقبول رہی ہیں۔

ہمارے زمانے میں ''تصوّف'' کو قصۂ پارینہ سمجھنے اور قرار دینے کی عادت عام ہوچکی ہے۔ جو لوگ طریقت کے قائل ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ اب یہ شعبۂ حیات معدوم ہوچکا ہے۔ گویا، اس عہد میں سلوک کا وجود ہے نہ اس پر عمل کرنا ممکن ہے۔

مندرجہ بالا صورتِ حال کے پیشِ نظر راقم الحروف نے (اپنی نااہلی کے باوجود) اس کتاب ''منہاج السلوک'' میں اسی زمانے کی ایک بزرگ شخصیت وحید العصر حضرت، علاّمہ، ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں قدّس سرّہٗ کے سلسلۂ عالیہ میں بیعت ہونے، مدارجِ تصوّف طے کرنے اور انتہائے کمال تک پرواز کرنے کا احوال بیان کیا ہے۔ ضمنی طور پر تصوّف و

معرفت کے اہم نکات بھی زیرِ بحث آ گئے ہیں۔

راقم السّطور کو جب حضرت، ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو آپؒ نے (اس عاجز سے متعلّق) بغیر کسی تمہید کے فرمایا: ''آپ ہمارے خاص تعلّق کے آدمی ہیں۔'' نیز اسی نشست میں یوں بھی نوازا: ''آپ تو اسکالر ہیں۔'' (اللہ اللہ، کہاں مجھ سا کم علم شخص، کہاں یہ خطاب!)۔

دنیائے ظاہری سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی روحانی توجہات کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی نے خواب میں مولانا وسیّدنا سلیم خاں بخاری، نقش بندی مجدّدی مدّ ظلہٗ تک رہ نمائی فرمائی، گویا مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ بار ہا، عالمِ رُویا میں اس عاجز کو کاغذ، کتاب یا ایسی ہی نوشت وخواند سے متعلّق کوئی شے، مرحمت فرمائی۔

اگر میں خوش عقیدگی کی بناء پر اسے ''منہاج السّلوک'' کی تحریر وترتیب کی سمت اشارہ تصوّر کروں تو مجھے اس خوش گمانی کی اجازت دیجیے۔

آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ ''منہاج السّلوک'' کو سلسلۂ نقش بندیہ مجدّدیہ کا ''دستورالعمل'' بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

مسعودالرحمٰن عفی اللہ عنہ

رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی کتاب ''شفاء العلیل'' میں ضرورتِ بیعت کے ضمن میں فرماتے ہیں: ''بیعت سنت ہے، واجب نہیں۔ اس واسطے کہ اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے بیعت کی اور اس کے سبب سے حق تعالیٰ کی نزدیکی چاہی اور کسی دلیلِ شرعی نے تارکِ بیعت کے گنہ گار ہونے پر دلالت نہ کی اور ائمۂ دین نے تارکِ بیعت پر انکار نہ کیا تو یہ عدم انکار گویا اجماع ہو گیا اس پر کہ وہ واجب نہیں۔''

شاہ صاحبؒ مرشد کی شخصیت کے سلسلے میں لکھتے ہیں: ''مرشد میں جن چند باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ان میں شرطِ اوّل قرآن و حدیث کا ضروری علم ہے۔ بیعت لینے والے کے لیے دوسری شرط عدالت اور تقویٰ ہے۔ مرشد کے لیے واجب ہے کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز رکھتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اڑ نہ جاتا ہو اور تیسری شرط شیخ کے لیے یہ ہے کہ وہ دنیا کا تارک ہو اور آخرت کا راغب ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ امر کرتا ہو مشروع کا اور خلافِ شرع سے روکتا ہو۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ بیعت لینے والا مرشدانِ کامل کی صحبت میں رہا ہو اور اس نے ان سے ادب سیکھا ہو زمانہ دراز تک اور باطن کا نور حاصل کیا ہو اور یہ یعنی صحبتِ کاملین اس واسطے شرط ہوئی کہ سنتِ الٰہی یوں جاری ہوئی ہے کہ مراد نہیں ملتی جب تک مراد پانے والوں کو نہ دیکھے جیسے انسان کو علم حاصل نہیں ہوتا مگر علماء کی صحبت سے اور اسی پر قیاس ہیں اور پیشے۔'' (شفاء العلیل، اردو ترجمہ)، صفحہ: ۱۸ تا صفحہ: ۲۶

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ بیعت اور تربیت کے آغاز کا طریقہ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

"جب کوئی طالب شیخ کی خدمت میں حاضر ہو تو شیخ اس سے تین سے لے کر سات تک استخارہ کرائے، توجّہ کا طریقہ سکھائے اور دو رکعت نمازِ توبہ پڑھنے کے لیے کہے، کیوں کہ توبہ کیے بغیر اس راہ میں قدم رکھنا مفید نہیں۔ جب توبہ مجملاً ہو چکے تو پھر طالب کی استعداد کے موافق خاص طریقے کی تعلیم کرے اور اس کے حال کو مدِّ نظر رکھے اور راستے کے آداب و قواعد اور شرائط اسے بتادے۔ کتاب و سنّت اور آثارِ سلفِ صالحین کی متابعت کی ترغیب دلائے اور اس کے ذہن نشین کردے کہ اس متابعت کے بغیر مطلوب حاصل نہیں ہوتا اور اس کو جتادے کہ جو کشف، و خواب، کتاب و سنّت سے بال بھر بھی اختلاف رکھتا ہو وہ قابلِ اعتبار نہیں بل کہ اس سے استغفار کرنا چاہیے اور اس بات کی نصیحت کرے کہ عقائد کو فرقۂ ناجیہ یعنی اہلِ سنت کی رائے کے موافق صحیح کرے۔" مکتوباتِ امام ربانی (مترجمہ: قاضی عالم الدین نقش بندی) دفتر سوم، صفحہ:۵۸۶

شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ یہ اہم نکتہ بیان کرتے ہیں: "مرید کے لیے لازم ہے کہ جب شیخ سے ادب سیکھنے کا ارادہ کرے تو اس کے دل میں اس بات کا ایمان اور صدق ہو کہ میرے پیر سے بہتر اس زمانے میں کوئی اور آدمی نہیں ہے۔" (غنیۃ الطالبین)

انجینئر ذوالفقار احمد حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ کی ایک مجلس کا حال بیان کرتے ہیں:

"حضرتؒ نے ذکر کی افادیت اور فضائلِ سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ پر مفصّل

گفت گو فرمائی اور فرمایا کہ حضرت مجدّدؒ نے بعض ایسی اصطلاحات رائج فرمائی ہیں جو اُن سے پہلے تصوف میں نہیں تھیں۔ مثلاً ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ، ولایتِ علیا، حقیقتِ کعبہ، کمالاتِ نبوت وغیرہ۔ چناں چہ حضرت مجدّدؒ اور خواجہ معصومؒ کے مکتوبات میں اسی لیے فرق ہے کہ حضرت مجدّدؒ کے مکتوبات اصطلاحات کی تشریح کی بنا پر غامض ہیں اور خواجہ معصومؒ کے مکتوبات سلیس اور نسبتاً عام فہم ہیں۔

حضرت مجدّدؒ نے ایک جگہ ابرار اور مقربین کا تذکرہ نہایت عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔ والسابقون الاوّلون اولئك المقربون، وتوفنا مع الابرار۔ آیات سے مؤمنین کے دو گروہوں کا علم ہوتا ہے۔ ہر مسلمان مؤمن ابرار میں سے ہوتا ہے، لیکن مقربین خواص میں سے ہوتے ہیں اور سلوک کا مقصد ابرار کو مقربین کے زمرے میں داخل کرنا ہے۔ ابرار کے اعمال میں نفس کی پراگندگی شامل ہوتی ہے لیکن مقربین کے اعمال ہر قسم کی پراگندگی سے پاک ہوتے ہیں، چناں چہ ابرار کو صرف ثواب ملتا ہے اور مقربین کو ثواب کے علاوہ قرب کی نعمت بھی ملتی ہے۔ جیسے خاکروب، سرکاری ملازمین وغیرہ سب کو کام کی تنخواہ ملتی ہے، یہ ابرار کی مثال ہے لیکن جو آدمی بادشاہ کے وزراء میں شامل ہو اور بادشاہ کی ذاتی خدمت میں لگا رہتا ہو اُس کی تنخواہ کے ساتھ بادشاہ کا قرب بھی حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا کہ ماسویٰ دو قسم پر ہے، وہ سب کچھ جو ذات کے اندر پیدا ہوتا ہے اور خالق سے غافل کرتا ہے نفس ہے، اور وہ سب کچھ جو ذات سے باہر ہے اور خالق سے غافل کرتا ہے آفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل کرنے کے

لیے انفس و آفاق دونوں کی گرفتاری سے نجات حاصل کرنا پڑتی ہے۔
فرمایا کہ مختلف سلاسل میں مختلف طریقے ہیں۔ سلسلۂ عالیہ چشتیہ والے حضرات پہلے آفاق کے تعلق کو قطع کرتے ہیں، پھر انفس کے تعلق کو۔ سلسلۂ نقش بندیہ والے حضرات پہلے اسمِ ذات کا ذکر کراتے ہیں اور انفس کی گرفتاری سے نجات دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سیر آفاقی سیر انفسی کے ضمن میں طے ہو جاتی ہے اور یہ بہت عمدہ بات ہے۔
سیر انفسی جذب کے ساتھ طے ہوتی ہے۔ اسی کو جذبہ کہتے ہیں۔ سیر انفسی فنائے نفس سے حاصل ہوتی ہے اور سیرِ آفاقی فنائے قلب سے حاصل ہوتی ہے۔ اپنے نفس کے باہر کے تعلقات کو آفاقی تعلقات کہتے ہیں اور سیرِ آفاقی نفی اثبات سے طے ہوتی ہے جیسے دنیا، بیوی بچے، مال اولاد وغیرہ کی اس قدر محبت جو اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب آ جائے۔ سیرِ آفاقی سلوک سے طے ہوتی ہے یعنی ایک خاص طریقے سے آہستہ آہستہ تعلقات کو ختم کرنے کی کوشش کرنا۔ حدیث شریف میں ہے، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہشات کو میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ کر دے۔ یہ حالت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب سیر انفسی مکمل ہو جائے۔ اور یہ سیر جذبہ سے طے ہوتی ہے، جذبہ اللہ تعالیٰ کی طرف کھنچے چلا جانا ہے۔ جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں جذبہ سے دونوں سیریں طے کراتے ہیں، یعنی سیر آفاقی سیر انفسی کے ضمن میں طے ہو جاتی ہے۔ جس آدمی نے فنائے قلب اور فنائے نفس حاصل نہیں کی، اس کے اعمال ابرار والے اعمال ہیں یعنی ان میں کامل طور پر خلوص نہیں ہوتا اور

اگر وہ یہ دونوں حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہو تو اس وقت ذکر کا عمل اس کا مقربین کا عمل ہوگا اور دوسرے اعمال ابرار والے اعمال ہوں گے، حسنات الابرار سیأت المقربین۔" (مقاماتِ زوّاریہ، ص: ۱۶۰، ۱۶۱)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ کے خلیفہ مولانا پائندہ محمد علیہ الرحمہ اپنے رسالے "مجمع البحرین" میں تحریر فرماتے ہیں:

"شک نیست کہ در اصطلاحاتِ این طریقۂ علیا سیر در وطن تحقیقش ہمیں است کہ عبارت از سیرِ انفسی است کہ آنرا جذبہ نیز گویند ابتداء معاملہ و احوالِ این بزرگواران است و اکابرِ سلاسلِ دیگر برائے مطلب شروع از سیرِ آفاقی می نمایند و دران ترقی طلاب می دانند۔ سیر آفاقی مطلوب را برون از خود جستن است۔ در اصطلاح و معنی این سیرِ انفسی در خود دیدن و در خود گردیدن است۔" (مجمع البحرین، صفحہ: ۹)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فیض حاصل ہونے کی مختلف صورتیں ہیں، مثلاً کسی کو نیند آتی ہے، حتیٰ کہ لیٹ جاتا ہے۔ کوئی بے خود اور بے ہوش ہو جاتا ہے اور کوئی بے خودی کی حالت میں دل میں ذکر جاری پاتا ہے اور اس کی حرکت نبض کی حرکت کے مانند ہے اور ضرب، اللہ اللہ دل پر پڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ آواز یہاں تک قوت پکڑ جاتی ہے کہ بغیر آنکھ بند کیے ہوئے بھی بے تکلف آنے لگتی ہے اور لوگوں کا غل غپاڑا اس میں رکاوٹ پیدا نہیں کرتا۔ جب ذکر تمام بدن میں اثر کر جاتا ہے تو سارے بدن سے ایسی آواز آنے لگتی ہے جیسی گنبد میں سے آتی ہے۔ اس آواز کو صوتِ حسن وہمس کہتے ہیں۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۔ اور رحمٰن کے ڈر سے آوازیں دب جائیں گی پھر تو سوائے کھس کھسی

(آہستہ) آواز کے کچھ نہ سنے گا۔ آیت:۱۰۸، س:۲۰) کبھی گھنٹے جیسی آواز بھی آنے لگتی ہے، چناں چہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں:

کس ندانست کہ منزل گہِ آں یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

کبھی بھڑ کی، کبھی چڑیا کی، کبھی ایسی جیسے شام کو بسیرے کے وقت جان ور اُڑتے پھرنے کی اور کبھی ڈھول اور ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز، کبھی طنبور، سارنگی، ستار، نقارے اور دوسرے باجوں کی سی۔ غرض اسی طرح نئی نئی آوازیں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ایسی آواز ڈھول اور نوبت خانے کی آواز پر غالب آجائے۔ جب اس کا غلبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ سلطان الاذکار کی آواز ہے کہ کبھی بجلی کی کڑک کی سی آواز ظاہر ہوتی ہے اور تمام بدن میں کپکپی پیدا ہوجاتی ہے۔ کسی کو جذبہ اور دیگر واردات حاصل ہوتی ہیں۔ کسی کے لطیفوں میں بجلی، ستارے، چاند، سورج یا دوسری قسم اور رنگ کے انوار ظاہر ہوتے ہیں۔ کسی کو باطنی سیر شروع ہوجاتی ہے اور ظاہری حسّیں بے کار ہوجاتی ہیں اور کسی کے لطیفوں میں گرمی محسوس ہوتی ہے۔ کوئی اپنے اندر پیر کی محبت کا مزہ اور توجّہ کی کشش پاتا ہے اور کسی کو ظاہراً کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر وہ بھی اثر سے خالی نہیں رہتا۔“

(عمدۃ السّلوک، حصّہ اوّل، صفحہ ۳۹ تا صفحہ:۴۱)

حضرت مجدّدؒ فرماتے ہیں: ”جب مجھے راہِ سلوک کی ہوس پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی عنایت نے مجھے خانوادۂ نقش بندیہ کے ایک خلیفہ (حضرت محمد باقی باللہؒ) کی خدمت میں پہنچایا جن کی توجہ کی برکت سے خواجگان کا جذبہ جو بہ لحاظِ فنا صفتِ قومیت سے جا ملتا ہے، حاصل ہوا اور اندراج النہایہ فی البدایہ کے طریق سے بھی ایک گھونٹ حاصل ہوا۔“ (مبداء و معاد، صفحہ:۵۸)

"دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: "شروع حال میں ایک روز کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک مکان میں طواف کر رہا ہوں اور کچھ اور لوگ بھی میرے ساتھ اس طواف میں شریک ہیں لیکن وہ اس قدر سست رو ہیں کہ جتنے عرصے میں، میں ایک دفعہ طواف کرتا ہوں، وہ صرف تین قدم اٹھاتے ہیں۔ اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ یہ مکان فوق العرش ہے اور باقی کے طواف کرنے والے ملائکہ کرام ہیں۔ صلی اللہ علی نبینا وعلیہم اجمعین۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے۔" (مکتوباتِ امام ربانی، دفتر سوّم، ص:۶۰۲)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ ایک خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"سوالِ دوّم میں آپ نے مکاشفاتِ عینیہ کے اردو ترجمے کے اقتباسات کے حوالے دینے کے بعد یہ اِشکال تحریر فرمایا ہے کہ 'ان عبارتوں کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ان سب بزرگوں سے اونچا تھا کہ سب کے 'رگ و ریشہ' سے واقف تھے اور اپنے اکابرین کے مقامات کی بھی معرفتِ کاملہ حاصل تھی، حالاں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو حق تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ ثانیاً شعر مشہور ہے:

میانِ عاشق و معشوق رمزے ست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

اپنے بزرگوں کے مقامات کا جائزہ لینا اور ان کو پہچاننا خوردوں کے لیے کب مناسب ہے۔' آپ کے اس اشکال کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے یہ عاجز یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہے کہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں جو اندازِ تحریر آپ نے اختیار کیا ہے نامناسب معلوم ہوتا

ہے یہ قولِ علامہ اقبال مرحوم:

ع شکوہ بے جا بھی کرے کوئی، تو لازم ہے شعور

نیز آپ نے خود ہی لکھا ہے کہ 'اپنے بزرگوں کے مقامات کا جائزہ لینا اور ان کو پہچاننا خوردوں کے لیے کب مناسب ہے۔'

ہمیں خود بھی اس نصیحت پر عمل کرنا چاہیے اور ہم خوردوں کو حضرت مجددؒ الفِ ثانی قدس سرہٗ کی تحریروں پر ایسے بے باک الفاظ کے ساتھ خوردہ گیری کرنے سے گریز چاہیے، البتہ افہام وتفہیم کا انداز اختیار کرنا ہمیشہ جائز ہے۔

اب یہ عاجز اپنی فہم ناقص کے مطابق اس کے جواب کی طرف آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ حضرت مجددؒ الفِ ثانی قدس سرہٗ کی ان عبارتوں یا کسی اور تحریر سے کبھی یہ شبہ پیدا نہیں ہوسکتا کہ حضرت مجددؒ اپنا مقام حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اونچا سمجھتے تھے یا اپنے اکابر سے اونچا سمجھتے تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ادنیٰ ترین امتی بھی اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یا اکابر امت پر تفوق کا شائبہ پایا جائے تو پھر حضرت مجددؒ الف ثانی قدس سرہٗ جیسا محدث وفقیہ اور علم کلام کا امام ومجتہد ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہے، اس قسم کے شکوک وشبہات حضرت مجددؒ صاحب قدس سرہٗ کے زمانے میں بھی بعض کم فہموں کے ذہنوں میں پیدا ہوئے تھے اور حضرت موصوفؒ نے بعض شکوک کے جوابات بہ نفسِ نفیس دیے تھے۔ چناں چہ مکتوب نمبر ۲۰۲ دفتر اوّل میں تحریر فرماتے ہیں: ''دوسرے یہ کہ جو شخص اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے

خالی نہیں ہے یا وہ زندیقِ محض ہے یا جاہل ہے۔ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے اہلِ سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھے، حالاں کہ اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خارش زدہ کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔" جن عبارتوں سے آپ نے یہ شبہ قائم کیا ہے وہ 'مکاشفاتِ عینیہ' کی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حضرت مجدّد صاحب قدس سرہٗ کے مکاشفات ہیں جن کو آپ نے تحدیثِ نعمت اور طالبین کے استفادہ کے لیے تحریر فرمایا ہے۔ اس راستے میں ہر شخص کو کچھ نہ کچھ انکشافات پیش آتے ہیں اور ہر بزرگ اپنے اپنے مقام اور اپنی اپنی رسائی کے مطابق ان کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت مجدّد صاحب موصوفؒ نے اپنے مقام اور اپنی رسائی کے مطابق ان کو تحریر فرمایا ہے بل کہ وہ خود ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم نے صرف وہ باتیں یا مقامات نقل کیے ہیں جن کی عام لوگوں تک رسائی ہو سکے ورنہ ایسے پوشیدہ راز بھی ہیں کہ اگر ان کو اشارۃً و کنایۃً ظاہر کیا جائے تو حلقوم کاٹ دینے کی نوبت آ جائے۔" یہی مضمون مشہور راوئ احادیث صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دو قسم کا علم حاصل کیا، ایک وہ جو میں آپ لوگوں میں پھیلاتا ہوں، دوسرا وہ ہے کہ اگر میں اس کو لوگوں میں بیان کروں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔ (او کما قال رضی اللہ عنہ) کشف والہام کا سلسلہ صوفیہ بل کہ غیر صوفیہ اور علما و غیر علما سب کے نزدیک

مسلم ہے۔ اگرچہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب دین کتاب وسنت کے ذریعے سے کامل ہو گیا تو کمال کے بعد کشف والہام کی کیا ضرورت ہے اور وہ کون سی کمی ہے جو الہام سے پوری ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مجددّ الفِ ثانی قدس سرہٗ مکتوب نمبر ۵۵ دفتر دوّم میں تحریر فرماتے ہیں کہ الہام دین کے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرنے والا ہے نہ کہ دین میں زیادہ کمالات کا ثابت کرنے والا۔ جس طرح مجتہد اپنی رائے واجتہاد کا تابع ہوتا ہے یہ حضرات بھی معارف ومواجید میں اپنی فراست والہام کے تابع ہیں۔'' اس عبارت سے معلوم ہوا کہ الہام کا حکم صاحبِ الہام کے حق میں مخصوص ہوتا ہے بخلاف اجتہادِ مجتہد کے کہ وہ عامۃ المسلمین کے لیے عام ہوتا ہے۔ چناں چہ اسی مضمون کو مکتوب نمبر ۳۱ دفتر اوّل میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں: ''حاصلِ کلام یہ ہے کہ خطائے کشفی، خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے کہ ملامت وعتاب اس سے دور کر دیا گیا ہے بل کہ ثواب کے درجات میں سے ایک درجہ ثواب اس کے حق میں ثابت ہے۔ البتہ پہلی (اہلِ کشف کی) تقلید خطا کے احتمال کی بنا پر جائز نہیں ہے اور دوسری (مجتہد کی) تقلید خطا کے احتمال کی بنا پر جائز بل کہ واجب ہے۔'' ایک جگہ فرماتے ہیں ''ان (صوفیہ) کے امور پر ایمان لانا لازمی نہیں ہے۔ ہاں، ان امور کے انکار سے بچنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ ان امور کا انکار، ان امور والوں کے انکار تک پہنچا دے اور حق تعالیٰ کے اولیاء سے بغض پیدا ہو جائے۔ علمائے اہلِ حق کے عقائد کے موافق عمل کرنا چاہیے اور صوفیہ کی کشفیہ باتوں سے حسنِ ظن کے ساتھ سکوت اختیار کرنا چاہیے۔'' (مکتوب ۲۷۲ دفتر اوّل)

مکاشفات و مشاہدات کے بارے میں مکتوب نمبر ۲۰۷ دفتر اوّل میں تحریر فرماتے ہیں: ''عجب کاروبار ہے کہ اگر ان مشاہدات و تجلیات کی حقیقت پوری طرح بیان کی جائے تو اس بات کا خوف ہے کہ اس راستے کے مبتدیوں کی طلب میں فتور اور ان کے شوق میں قصور واقع ہو جائے گا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر علم کے باوجود کچھ بھی نہ کہے تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا۔'' چند اقتباسات پیش کیے گئے ہیں:

اندکے پیشِ تو گفتم غمِ دل ، ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

اس عاجز کی ناقص رائے یہ ہے کہ آپ حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ کا بہ کثرت مطالعہ کریں ان شاء اللہ العزیز تمام اِشکال خود بہ خود حل ہو جائیں گے۔ اس عاجز نے آپ کے ارشاد کی تعمیل میں یہ چند سطور لکھ دی ہیں، ورنہ من آنم کہ من دانم۔''

(مقاماتِ زوّاریہ، صفحہ: ۹۱ تا ۹۳)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

''ناگ پور کی ملازمت سے سبک دوش ہو کر جب بمبئی پہنچا تو غالباً ۱۸ ریا ۱۹ ر جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھا تھا تو دیوار پر حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے اقوال ایک کاغذ پر لکھے ہوئے نظر آئے۔ ایک قول یہ تھا کہ 'حق سبحانہٗ تعالیٰ را بواسطہٗ آن دوست می دارم کہ رب محمد است' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (مبدأ و معاد)۔ اس قول کو پڑھتے ہی

دل پر زبردست جھٹکا محسوس ہوا۔ سکتے کا عالم ہوگیا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے دل کو مضبوطی سے تھاما کہ کہیں حرکت بند نہ ہوجائے۔ بڑی دیر میں دل قابو میں آیا۔" (تاریخِ اسلاف، صفحہ: ۳۰)

ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں:

"کراچی آنے پر اسلامیہ کالج میں تقرر ہوگیا اور دسمبر ۱۹۴۸ء میں سخت بیمار ہوا۔ حکیم ڈاکٹر میرے بخار کی تشخیص اور علاج سے قاصر رہے۔ سترہ اٹھارہ دن سخت بخار رہا۔ پھر ایم اے کے ایک طالب علم محمد اسحٰق بیگ میری عیادت کو آئے اور مجھ سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو آپ کے لیے بخار کا تعویذ لادوں۔ میں نے کہا، اچھی بات ہے۔ اللہ پاک کے نام کی بڑی برکت ہے۔ دوسرے دن وہ اپنے دوست صوفی محمد احمد صاحب سے ایک تعویذ گلے میں باندھنے کے لیے اور شاید تین تعویذ پانی میں گھول کر پینے کے لیے لائے۔ اللہ کی شان کہ اسی وقت میرا بخار اتر گیا۔ پھر بقیہ تعویذ بھی بعد میں پی لیے۔ اس طرح صوفی محمد احمد صاحب سے تعارف کا ایک موقع نکل آیا۔ وہ اس وقت تک اپنے حضرت صاحب مدظلہٗ سے خلیفۂ مجاز بھی نہیں ہوئے تھے لیکن اللہ پاک نے انھیں اس قدر نوازا تھا۔ پھر آنا جانا ہونے لگا۔ ان کے حضرت صاحب کراچی تشریف لائے۔ مَیں بھی ان سے ملا۔ ان کی سادگی اور تقویٰ دیکھ کر متاثر ہوا۔ ہاتھ چومنا اور نذر و نیاز کچھ بھی نہ دیکھا۔" (تاریخِ اسلاف ص: ۳۰-۳۱) "پھر وہ خیر پور ٹامی والی تشریف لے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد پھر تشریف لائے اور میں نے ان سے دوبارہ نیاز حاصل کیا لیکن اس مرتبہ وہ جلد واپس تشریف لے گئے۔ پھر یہ ہوا کہ ایک

دن میں اپنی اہلیہ مرحومہ (کنیز آمنہ بی، م ۱۹۴۷ء) کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لیے جارہا تھا، صوفی محمد احمد بھی ساتھ ہو گئے۔ وہاں فاتحہ پڑھنے کے بعد صوفی صاحب نے فرمایا کہ اجازت ہو تو میں یہاں قبر کے قریب بیٹھ جاؤں۔ میں کچھ نہ سمجھا۔ عرض کیا کہ ضرور بیٹھ جائیے۔ وہ مراقب ہوئے۔ ماشاء اللہ بڑے صاحبِ کشف تھے۔ مراقبے میں ان سے میری اہلیہ کی باتیں ہوئیں لیکن میرے نانا مولانا عبدالقادر خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے۔" (طوبیٰ لہم، ص: ۱۴۰-۱۴۱) "مراقبے کے بعد صوفی صاحب نے حالات بتائے۔ مجھ پر بہت اثر ہوا اور عرصے تک ان باتوں کا خیال آتے ہی چیخ نکل جاتی تھی۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھے بھی ذکر کا طریقہ بتائیے۔ انھوں نے فرمایا کہ مجھے اجازت نہیں ہے لیکن میں اپنے حضرت صاحب کو لکھتا ہوں۔ جواب آنے پر انھوں نے حضرت شاہ صاحب مدّ ظلہٗ کا طریقۂ ذکر مجھے بتایا۔ میں گھر آکر عشاء کے بعد ذکر میں بیٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ سیاہ ریش اور سر پر ہلکا گلابی رنگ کا عمامہ پہنے ہوئے، میرے قریب آکر بیٹھ گئے۔ میں ذکر میں مشغول رہا۔ دوسرے دن پھر ایسا ہی ہوا۔ تیسرے دن وہ پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اوپر آسمان کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو ایک نہایت حسین اور پُر انوار بزرگ آسمان پر نظر آئے۔ انھوں نے فرمایا کہ ان بزرگ کو سلام کرو، یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ مجھ پر بے تابی غالب ہوگئی۔ دیر تک یہی کیفیت رہی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بزرگ جو تین دن سے تشریف لاتے ہیں حضرت خواجہ باقی

باللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ الحمد للہ علی احسانہٖ۔ پھر میرے دل کا تصفیہ فرمایا گیا اور بہ کثرت بزرگانِ دین علیہم الرحمہ کی ہر روز زیارت ہونے لگی۔ شاید ہی اکابر میں سے کوئی بزرگ ایسے ہوں گے کہ مجھے ان سے شرفِ نیاز حاصل نہ ہوا ہو۔ کسی بزرگ کو دیکھ کر دل ہی اندر سے کہتا تھا کہ یہ فلاں بزرگ ہیں اور کبھی ان کے قریب ان کا اسم گرامی لکھا ہوا نظر آتا تھا۔'' (تاریخِ اسلاف، ص:۳۱،۳۲)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ ۱۶ر ستمبر ۱۹۴۹ء کو ڈاکٹر صاحبؒ کے نام لکھتے ہیں:

''آپ کے باطنی حالات کی کیفیت ماسٹر محمد احمد صاحب کے مکتوبِ گرامی سے پڑھ کر از حد خوشی ہوئی۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، صفحہ:۱)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''یہ واقعہ غالباً ستمبر ۱۹۴۹ء کا ہے۔ اکتوبر میں حضرت دادا پیر محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کے سلسلے میں سالانہ اجتماع مظفر گڑھ میں ہونے والا تھا وہاں حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ سے نیاز حاصل کیا اور صوفی صاحب نے سفارش کی کہ مجھے بیعت کر لیا جائے۔ حضرت صاحب نے پہلے دن اور دوسرے دن بھی بیعت نہیں کیا۔ پھر تیسرے دن عشاء کے بعد جامع مسجد کے ایک علاحدہ گوشے میں مجھے بیعت کر لیا، الحمد للہ۔ ان تین دنوں کے قیام میں بھی مجھے بہت سے بزرگوں کی زیارت نصیب ہوئی، بالخصوص حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا کرم فرمایا۔ پھر حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ کے ساتھ ہم لوگ ملتان گئے۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہم لوگ بیٹھے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے

بائیں پہلو کی طرف ان کے صاحب زادے حضرت صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ سیاہ ریش تشریف رکھتے ہیں لیکن کہیں تشریف لے جانے والے ہیں۔ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا بہت اونچا عمامہ دیکھا۔ وہ لیٹے ہی رہے۔ بہت قوی الجثہ بزرگ نظر آئے۔ پھر ان کے پوتے حضرت رکن الدین رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ مجھے غالباً اپنے دل کی تصویر دکھائی گئی کہ پانی بھرا ہوا ہے لیکن کہیں کہیں کائی جمی ہوئی ہے۔ پھر نفس کی شکل دکھائی گئی کہ ایک چھوٹا موٹا سانپ ہے۔ وہ میرے قریب سے گزرنے لگا تو مجھے خوف محسوس ہوا۔ پھر ہم لوگ حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے ساتھ ان کے دولت کدے پر خیر پور ٹامی والی پہنچے۔ غالباً چند گھنٹے قیام کیا۔ رخصت کے وقت حضرت صاحب نے دوسرا سبق بھی مجھے دے دیا یعنی بیعت کے دو دن کے بعد ہی یہ سبق عنایت فرمایا۔ پھر بزرگانِ دین علیہم الرحمہ کی زیارتیں نصیب ہوتی رہیں۔" (تاریخِ اسلاف، ص:۳۲-۳۳)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کی وہ کیفیات بیان کرتے ہیں جو بیعت کے فوراً بعد ان پر طاری ہوئیں:

"پھر ایک روز کے بعد بے خودی کی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی۔ اس بے خودی کی حالت میں، میں نے دیکھا کہ ایک محیط سمندر ہے جس میں تمام عالم کی صورتیں اور شکلیں اس طرح نمایاں ہیں جیسے پانی میں چیزوں کے عکس نظر آتے ہیں۔ یہ بے خودی آہستہ آہستہ غالب آتی گئی اور دیر تک رہنے لگی، کبھی ایک پہر اور کبھی دو پہر تک اور بعض مرتبہ رات بھر یہی حالت

رہتی۔ جب میں نے یہ حالت حضرت پیر و مرشد خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: ''تھوڑی سی فنا حاصل ہوگئی ہے۔'' پھر آپ نے مجھے ذکر سے منع فرمایا اور اس آگاہی کی نگہداشت کا حکم دیا۔ دو دن کے بعد مجھے فنائے اصطلاحی حاصل ہوگئی۔ جب اس کی کیفیت حضرت خواجہؒ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: ''اپنے کام میں لگے رہیں۔'' بعد ازاں 'فنائے فنا' حاصل ہوئی۔ پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا: ''کیا آپ تمام جہان کو ایک دیکھتے ہیں اور ذاتِ واحد کے ساتھ متصل پاتے ہیں۔'' میں نے عرض کیا کہ حضور، ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا: ''فنائے فنا میں قابلِ اعتبار یہ بات ہے کہ اس اتصال کے دیکھنے کے باوجود بے شعوری حاصل ہو۔'' چناں چہ اسی شب اس قسم کی 'فنائے فنا' حاصل ہوگئی۔ میں نے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں اس کی کیفیت بھی عرض کی کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی نسبت علمِ حضوری پاتا ہوں۔ (یعنی علمِ حصولی پالینے کے بعد بے توسطِ حصولِ صورت علمِ حضوری پاتا ہوں) اور جو اوصاف میری طرف منسوب تھے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف منسوب پاتا ہوں۔'' (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۱۵۳)

حضرت شاہ احمد سعید علیہ الرحمہ اپنی معروف کتاب ''اربع انہار'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''انسان مرکب از دہ لطیفہ است۔ پنج از عالمِ امر و پنج از عالمِ خلق...'' (الیٰ آخر) یعنی: ''انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ پانچ کا تعلق عالمِ امر سے ہے اور پانچ کا تعلق عالمِ خلق سے۔ جن لطائف کا تعلق عالمِ امر سے ہے وہ یہ ہیں: قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ۔ ان کے اصول عرشِ مجید پر ہیں اور

لامکانیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان جواہر مجردہ کو انسانی جسم کی چند جگہوں پر امانت رکھا ہے۔ دنیاوی تعلقات اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے یہ لطائف اپنے اصول (اصل مرکز) کو بھول جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ شیخ کامل و مکمل کی توجہ سے اپنے اصول سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور ان کی طرف میلان کرتے ہیں اور کششِ الٰہی اور نزدیکی ظاہر ہوتی ہے تاآں کہ وہ اپنی اصل کی طرف پہنچ جاتے ہیں، پھر اصل کی اصل کی طرف۔

عالمِ خلق کے لطائف یہ ہیں: لطیفۂ نفس اور چار لطائف عناصرِ اربعہ کے ہیں۔ عالمِ خلق کے ہر لطیفے کی اصل، عالمِ امر کے کسی لطیفے کی اصل ہے۔ چناں چہ لطیفۂ نفس کی اصل، اصلِ قلب ہے، اصلِ لطیفۂ باد اصلِ لطیفۂ روح ہے، اصلِ لطیفۂ آب اصلِ لطیفۂ سر ہے، لطیفۂ نار کی اصل لطیفۂ خفی کی اصل ہے، لطیفۂ خاک کی اصل لطیفۂ اخفیٰ کی اصل ہے۔ ان لطائف میں سے ہر لطیفے کا نور جدا جدا ہے۔ چناں چہ لطیفۂ قلب کا نور زرد ہے، لطیفۂ روح کا نور سرخ ہے، لطیفۂ سر کا نور سفید ہے، لطیفۂ خفی کا نور سیاہ، اخفیٰ کا سبز ہے۔ تزکیے کے بعد لطیفۂ نفس کا نور میرے خیال میں بے کیفیت ہے (یعنی اس کا کوئی رنگ نہیں ہے)۔ ان لطائف میں ہر لطیفہ انبیائے اولوالعزم میں سے کسی نبی کے تحتِ قدم مبارک واقع ہے۔ چناں چہ لطیفۂ قلب حضرت آدم علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے، لطیفۂ روح حضرت نوح علیہ السلام و حضرت ابراہیم علیہما السلام کے زیرِ قدم ہے، لطیفۂ سر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے، لطیفۂ خفی زیرِ قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام، لطیفۂ

اخفیٰ حضرت خاتم الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے زیرِ قدم ہے۔
مشائخ حضرات نقش بندیہؒ کے یہاں سب سے پہلے لطائف عالمِ امر کی اصلاح کا معمول ہے اور اس کے لیے ان حضرات نے تین طریقے مقرر فرمائے ہیں۔ پہلا طریق اسمِ ذات یا نفی واثبات کے ذکر کا ہے یہاں تک کہ دل ذکر سے جاری ہوجائے۔ اس کے بعد لطیفۂ روح میں ذکر کرے۔ لطیفۂ روح کی جگہ (لطیفۂ قلب کے مقابل) دائیں سینے کے دو انگلی نیچے ہے۔ پھر لطیفۂ سر میں ذکر کرے جس کی جگہ بائیں سینے کے برابر دو انگلی کے فرق سے وسطِ سینہ کی طرف مائل ہے۔ پھر لطیفۂ اخفیٰ سے جس کی جگہ وسطِ سینہ ہے، ذکر کرے۔ اس طرح لطائفِ خمسہ جاری ہوجائیں گے۔ اس کے بعد لطیفۂ نفس سے ذکر کرے جس کی جگہ پیشانی ہے۔ پھر قالبیہ (لطائفِ عناصرِ اربعہ) سے ذکر کرے جس کی جگہ تمام انسانی جسم ہے، تا آں کہ روئیں روئیں سے ذکر جاری ہوجائے۔ اس کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔"
(اربع انہار، ص: ۷۵ تا ص: ۷۸)

حضرت زوار حسین شاہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
"عالمِ مثال ایک عالم ہے جو عالمِ خلق اور عالمِ امر کے بین بین ہے۔ اس کو برزخ بھی کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد قیامت تک اسی میں رہنا ہوگا اور خواب میں بھی عالم مثال کے احوال ظاہر ہوتے ہیں۔ بعض بزرگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ مثال مقداری ہے مگر مادّی نہیں۔ پس مقداری ہونے کے اعتبار سے عالمِ خلق سے مشابہ ہے اور غیر مادّی ہونے کی حیثیت سے عالمِ امر سے ملتا ہوا ہے۔" (عمدۃ السلوک، ص: ۲۱۱)

بشیر جبل پوری حضرت زوار حسین شاہ علیہ الرحمہ سے متعلق تحریر کرتے ہیں :

''حضرت شاہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا۔ لطائف کا ذکر قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیثوں سے، یہ محض بزرگانِ دین کی کشفی دریافت ہے۔ انھوں نے کشف سے یہ محسوس کیا کہ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ حدیث سے اتنا تو پتا چلتا ہے کہ انسان کے جسم میں قلب ایک نہایت لطیف مقام ہے، جب یہ ترقی کرتا ہے تو درجات طے کرتا ہے۔ قلب سے روح، پھر سر، پھر خفی، اور پھر اخفیٰ تک پہنچ جاتا ہے، تب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص میں روحانیت پیدا ہو گئی ہے۔

اللہ پاک نے کائنات کو دو طریقوں پر پیدا فرمایا، ایک تو کُن کہہ کر اور دوسرے بتدریج۔ کُن کہہ کر جس عالم کو پیدا کیا وہ عالمِ امر کہلاتا ہے اور دوسرا عالمِ خلق۔ عالمِ امر میں روح، فرشتے، عرش، کرسی اور انسان کے جسم کے دس لطیفے شامل ہیں اور عالمِ خلق میں زمین، آسمان، آگ، پانی اور ہوا وغیرہ شامل ہیں۔ عالمِ امر عرش سے اوپر کا حصّہ ہے اور عالمِ خلق عرش سے نیچے تحت الثریٰ تک۔

اللہ پاک نے ''کُن'' کہہ کر ان ساری روحوں کو پیدا کیا جو قیامت تک ظاہر ہوتی رہیں گی اور اسی وقت الست بربکم (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں) کا وعدہ لیا۔ سب نے قالو بلیٰ (بے شک تو ہمارا رب ہے) کہا۔ اس تعلق کو قائم رکھنے کے لیے اللہ پاک نے انسان کے جسم میں پانچ فرحت انگیز چیزیں رکھ دیں اور ان کی اصل عالمِ امر میں رکھی، وہ پانچ لطائف ہیں جو قلب، روح، سر، خفی اور اخفی کہلاتے ہیں یعنی جب قلب میں فنائیت پیدا

ہو جاتی ہے تو وہ عالمِ امر میں اپنی اصل سے مل جاتا ہے۔ جب روح ترقی کرتی ہے تو وہ بھی اپنی اصل سے مل جاتی ہے۔ اسی طرح سر، خفی، اخفیٰ ہیں، جب ترقی کرتے ہیں تو اپنی اصل سے، جن کا مرکز عالمِ امر ہے، جا ملتے ہیں۔ انسانی جسم کے یہ پانچ لطائف تو عالمِ امر سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ دوسرے لطائف عالمِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں جو نفس، ہوا، پانی، آگ اور خاک ہیں لیکن ان پانچ لطیفوں کی اصل وہی عالمِ امر کے پانچ لطیفے ہیں یعنی نفس کی اصل قلب، ہوا کی اصل روح، پانی کی سر، آگ کی خفی اور خاک کی اصل اخفیٰ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے زمانے میں اور صحابہ کرامؓ سے لطیفوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اصل میں وہاں اس کی ضرورت ہی نہیں تھی جو بات ہوتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے براہِ راست پوچھ لیتے، جو کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ مان لیتے اور فوراً عمل کرنے لگتے مگر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور رسول پاکؐ کے زمانے سے دوری ہوتی گئی آدمی بگڑتا گیا۔ بزرگوں نے انسانوں کو سدھارنے کے لیے ان لطائف کی دریافت کی، اور ان کے مقامات تعین کیے ہیں۔ اگر انسان ان لطائف سے تعلق پیدا کرلے گا تو اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرلے گا اور اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ بن جائے گا اور یہی تصوّف کی غرض وغایت ہے۔

آدمی جب کسی کامل بزرگ سے بیعت ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتا ہے تو شیخ مرید کو خوابِ غفلت سے جگاتا ہے اور اسے آگاہ کرتا ہے کہ اللہ پاک نے اپنے کرم سے تمھارے جسم میں دس جواہر پارے چھپا

رکھے ہیں، یہ ان مول جواہر پارے اللہ کے نور فیض اور برکت سے لب ریز ہیں۔ شیخ انھی جواہر پاروں کو بیدار کرتا ہے اور ساتھ ہی بدبختی کا احساس بھی دلاتا ہے۔ اگر آدمی سعادت مند ہے تو حقیقت پر غور کرتا ہے اور شرمندہ اور پشیمان ہو کر اپنے آقا اور مالک کے دربار میں حاضر ہو جاتا ہے اور اس کے فیوضات و برکات حاصل کرنے کے لیے آہ وزاری کرتا ہے۔ اگر اس کے دل میں خلوص ہے تو اللہ پاک اس پر کرم فرماتا ہے اور اپنی یاد اس کے دل میں قائم کر دیتا ہے۔ اپنی محبت اور معرفت کی راہیں کھول دیتا ہے۔ ل پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی محبت خود بہ خود اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور سنت کی پیروی کرنے لگتا ہے، دین کی رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور احکامِ الٰہی کی پابندی کرتا ہے، کامل مرشدوں سے استفادہ کرتا ہے اور نتیجے کے طور پر ایک نہ ایک دن اپنے ان دس لطیفوں کی برکات سے نوازا جاتا ہے۔ انسان اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر لیتا ہے اور اللہ کا مقرب بندہ بن جاتا ہے۔" (مقاماتِ زوّاریہ، ص: ۱۸۷تا۱۸۹)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت میر نعمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے "رسالہ سلوک" میں تحریر فرماتے ہیں:

"بدانکہ دراحادیثِ قدسی وارداست **ان فی جسدِ بنی آدم لمضغۃ و فی المضغۃ فواد وفی الفواد ضمیرٌ و فی الضمیر سرٌ وفی السرِ خفیٌ وفی الخفی اخفیٰ وفی الاخفیٰ انا،** ودراخبارِ نبوی ﷺ آمدہ است کہ **ان فی جسد ابن آدم لمضغۃً اذا صلحت صلح الجسد کلھا واذا فسدت فسد الجسد کلھا الا**

وھی القلب۔ واین حدیث بالتصریح دال است برآنکہ قلب درعالم اجساد ہمیں مضغہ ایست کہ مظہرِ حقیقتِ جامعہ است۔ **ھذا عند الکثیر واما عند البعض مضغہ** اشارت بہ قلبِ مدوّر است کہ ام الدماغ است و درسراست۔" (رسالہ سلوک، ص:٦)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں خود جب ارواحِ مشائخ کی طرف متوجہ ہوا تو اس توجہ کا اثر اپنے اندر چند طرح کا پایا۔ اکثر جب مشائخ صوفیہ کو چار پانچ سو سال یا اس کے قریب عرصہ گزر جاتا ہے تو قوائے طبعیہ جو ان کی تجرید کے چھپانے والے تھے، مٹ جاتے ہیں اور ان کی ارواح میں اجزائے نسمیہ کے منتشر ہونے اور پھیل جانے کی کیفیت غالب آجاتی ہے اور جب میں خود ان کی قبور کی طرف متوجہ ہوا تو میری روح پر ان کی طرف سے ایک ایسا رنگ ظاہر ہوا جیسا کہ کسی مرطوب چیز پر آفتاب کی دھوپ پڑتی ہے تو وہ رطوبت تحلیل ہو کر پانی کی طرح قطرہ قطرہ ٹپکنے لگتی ہے۔ ارواح کی طرف متوجہ ہونے کا اثر دو قسم سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ یہ شخص اپنی روح کو اس حقیقت سے متصل کر دے جو قبر کے اندر ہے اور اس کی روح وہاں سے کچھ رنگ معلوم کرے اور اس رنگ میں تامّل کر کے حقیقتِ حال معلوم کر لے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اپنی روح کے ذریعے سے اس قبر کو جھانک لے اور اس کی کیفیت معلوم کر لے جس طرح کوئی (ظاہری) آنکھ کھول کر اس چیز کو دیکھ لیتا ہے جو اس کے چہرے کے سامنے ہے۔" (ہمعات ص ۴٦)

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے مراقبے کی تشریح اس طرح کی ہے:

''مراقبے کی تعریف جو اس کے جملہ اقسام کو شامل ہو یہ ہے کہ قوتِ مدرکہ کسی امرِ غیر محسوس کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ عقل اور وہم اور خیال وغیرہ جملہ حواس اس کی اِتباع کریں، حتیٰ کہ وہ امرِ غیر محسوس بہ منزلہ محسوس کے آنکھوں کے سامنے آجائے۔'' ہمعات، (اردو ترجمہ: قطرات،) ص:۲۱

حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مراقبہ یہ ہے کہ بغیر ذکر اور بغیر رابطۂ شیخ خیالاتِ فاسدہ سے اپنے دل کو محفوظ رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھنا۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ عاجزی اور فروتنی سے ذاتِ الٰہی کی طرف ہر وقت متوجہ رہے تاکہ توجہ الی اللہ بے مزاحمت اس کی عادت بن جائے۔ اس کو ''حضور'' بھی کہتے ہیں اور ذکر سے مقصود بھی یہی ہے۔'' (اربع انہار ص:۸۳)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ کے نزدیک:

''مراقبہ یہ ہے کہ اپنے خیال کو ایک خاص وقت تک پوری توجہ سے خدائے تعالیٰ کی صفات کی طرف یا روح کے جسم سے بے تعلّق ہونے کی طرف یا اسی قسم کے اور خیال کی طرف اس طرح لگانا کہ عقل و وہم و خیال اور تمام حواس اس توجہ کے تابع ہو جائیں تاکہ وہ غیر محسوس جس کی طرف تم نے خیال لگایا ہے، تمھارے سامنے بہ منزلہ محسوس کے ہو جائے اور اس کے غلبے سے تمھارے منشاء پر عمل ہونے لگے۔'' (عمدۃ السلوک، حصّہ اوّل ص:۱۰۱)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ مفتی محمد مظہر بقاؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ''حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفقتیں مجھ سیاہ کار پر ایسی رہی ہیں کہ اگر سب عرض کردوں تو لوگ مجھے خبطی سمجھیں

گے۔ صرف ان کا کرم ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ زیادہ تر مراقبے میں زیارت ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ پیر الٰہی بخش کالونی میں علی الصّباح تشریف آوری ہوئی۔ پورا کمرا معطّر ہوگیا اور میری عجیب حالت ہوگئی۔ سجدے میں سر رکھ کر رونے لگا۔ اہلیہ مرحومہ کمرے میں آئیں تو کہنے لگیں کہ اس قدر عطر کس نے چھڑک دیا ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا کرم بھی اسی طرح ہوا۔ خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام کی بھی ایک مرتبہ زیارت ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے مجھ سیاہ کار نے فرمایا تھا کہ مجھے مسلم قوم سے شرم آتی ہے، کیوں کہ میری قوم نے ان کو بہت دھوکے دیے ہیں۔ خواجہ اجمیری قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ قبر سے باہر نکل کر بیٹھ گئے اور دعائیں دیں۔" (مکتوباتِ غلام مصطفیٰ، جلد دوم، ص: ۴۳۰)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ زیارتِ قبور کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

"جب کسی بزرگ کی قبر کے پاس جائے تو عام زیارتِ قبور کے طریقے پر جوتا اتار دے اور پائینتی کی طرف سے جا کر میّت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو جائے، اس طرح کہ زائر کی پیٹھ قبلہ کی سمت ہو اور اس کا منہ میّت کی طرف ہو جائے۔ پائینتی کی طرف سے آنے کی گنجائش ہوتے ہوئے سرہانے کی جانب سے نہ آئے اور مجبوری کی صورت میں اس کا مضائقہ نہیں کہ کسی جانب سے بھی آئے۔ اسی طرح اگر قبلہ کی جانب کھڑا ہونے کی گنجایش نہ ہو تو جہاں اور جس طرف گنجایش ہو کھڑا ہو جائے اور سلامِ مسنون جو زیارتِ قبور کے لیے ماثور ہے، پڑھے۔ اس کے بعد حسبِ توفیق قرآن شریف میں سے کچھ پڑھ کر اس کا ایصالِ ثواب اس بزرگ اور وہاں

کے جملہ اہلِ قبور کی خدمت میں ہدیہ کرے۔ مثلاً سورۂ فاتحہ شریف، الم تا مفلحون، آیۃ الکرسی، آمن الرسول تا آخر سورہ، الہٰکم التکاثر، ایک ایک بار، سورۂ اخلاص کم از کم تین بار، سورۂ فلق سورۂ والناس، یا اور جو کچھ ہو سکے پڑھ کر اس کا ایصالِ ثواب پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح کو پیش کرے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے تمام انبیائے کرام واولیائے عظام اور صاحب قبر و جملہ اہلِ قبور و عامۃ المسلمین و المسلمات کی ارواحِ مبارکہ کو ایصالِ ثواب کرے۔ یہاں تک عام زیارت کا طریقہ ہے۔ اب اسی جگہ اس بزرگ صاحبِ قبر کے سامنے مراقبے میں بیٹھ جائے اور اخذِ فیض اس طرح کرے کہ اپنے آپ کو تمام خیالات سے خالی کرے اور حضورِ قلب سے صاحبِ قبر کی جانب متوجہ ہو جائے اور یہ خیال کرے کہ گویا اس بزرگ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی جناب سے اس بزرگ کے سینے میں یعنی اس کے لطائفِ عالمِ امر و خلق میں فیض آرہا ہے اور اس کے لطائف سے میرے لطائف بل کہ جسم کے روئیں روئیں میں فیض وارد ہو رہا ہے اور میرے تمام لطائف اور رُواں رُواں اس فیض کو جذب کر رہا ہے جس طرح بارش جب ریت والی جگہ پر برستی ہے اور وہ اس کو جذب کر لیتی ہے گویا کہ میرے لطائف بھی اس فیض کو اسی طرح جذب کر رہے ہیں۔ اس خیال میں جب تک طبیعت چاہے یا وقت کی گنجائش ہو بیٹھا ہوا فیض حاصل کرتا رہے اور اسی میں محو ہو جائے، کسی اور طرف خیال نہ کرے۔ اگر خود بہ خود کوئی واردات دل پر گزرے تو اس کو من جانب اللہ سمجھے اپنی طرف سے خیال کے ساتھ نہ تراشے۔ خود بہ خود جو کچھ

آئے وہ اس بزرگ کی طرف سے ہوگا اور وہ اس بزرگ کی نسبت ہوگی۔ اگر وقت کی گنجائش ہوتو اپنے تمام باطنی اسباق کا وہاں بیٹھ کر اعادہ کرے اور تھوڑی تھوڑی دیر تمام لطائف پر مراقبہ کرکے اخذِ فیض بہ طریق مذکور کرے۔ ان شاء اللہ صاحبِ مزار بزرگ کے فیض سے فیض یاب ہوگا۔" (مقاماتِ زوّاریہ، ص: ۹۴، ۹۵)

ڈاکٹر صاحب قبلہؒ "تاریخِ اسلاف" میں لکھتے ہیں۔

"حضرت فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت خِضر علیہ السلام نے بھی نوازا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت نوازا۔ پھر ایک دن دیکھا کہ بزرگوں کی دو صفیں آمنے سامنے لگی ہیں اور کسی بزرگ کا انتظار ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک بزرگ کی تشریف آوری پر حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ کھڑے ہوجاؤ۔ حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ تشریف لارہے ہیں۔ میں مراقبے ہی میں کھڑا ہوگیا۔ دیکھا کہ نہایت حسین اور نازک اندام بزرگ تشریف لائے۔ سبز مخمل کا جبہ پہنے ہوئے تھے اور اس میں زردوزی کے بڑے بڑے گلاب کے پھول لگے ہوئے تھے۔ میں نے چند باتیں دریافت کیں۔ حضرت قدس سرہٗ نے جواب عنایت فرمایا۔" (تاریخِ اسلاف ص: ۳۴)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے نام ایک میں لکھتے ہیں:

"میری ایک ہی بہن (احدی بیگم، م ۱۹۶۶ء) تھیں۔ مجھ سے بہت بڑی تھیں۔ میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ وہ عرش کی طرف اڑتی ہوئی جارہی ہیں۔ عرش کا پایہ پکڑ کر، رو رو کر دعا کررہی ہیں کہ اللہ پاک! میرے

بھائی کی عمر بڑھا دے۔ ابھی اس کی بچیاں بہت چھوٹی ہیں۔ ان کی دعائیں قبول ہوئیں اور یہ وہی رات تھی جب کہ اس سے کئی سال پہلے ان کا انتقال ہوا تھا۔" (مکتوباتِ غلام مصطفےٰ خاں، حصہ دوم، ص:۱۴۴)

"ایک مرتبہ خیال ہوا کہ اپنے ایک عزیز کو دیکھ لوں جن کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور وہ فوت ہو چکے تھے۔ چناں چہ عشاء کے بعد ایک دن مراقبے میں بیٹھا اور ان کا تصوّر کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ میں ان کی قبر میں داخل ہو گیا ہوں۔ ان کو اچھی طرح دیکھا اور جو باتیں ان کے حلیے سے متعلّق تھیں وہ سب نظر آئیں۔ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عاجز پر بہت زیادہ شفقتیں فرمائی ہیں۔ ۱۹۵۰ء میں مولانا محمد سعید گوہانوی مدظلہٗ، صوفی محمد احمد صاحب اور بشیر اللہ صاحب کے ساتھ دریا خاں اور ڈیرا اسمٰعیل خاں ہوتا ہوا موسیٰ زئی شریف حاضر ہوا۔ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عثمان دامانی علیہ الرحمہ اور حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمہ ساتھ ساتھ ہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے اور حضرت عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہما نے بہت نوازشیں فرمائیں۔" (تاریخ اسلاف ص:۳۵،۳۶)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقش بندیہ کے طریقۂ تعلیم کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"واضح ہو کہ مشائخ کرامؒ نے صفائی باطن کے تین طریقے مقرر کیے ہیں، پہلا طریقہ ذکر ہے خواہ اسمِ ذات کا ذکر ہو یا نفی اثبات کا، دوسرا طریقہ مراقبہ اور تیسرا طریقہ رابطۂ شیخ ہے۔ سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ میں سب سے پہلے لطائف میں اسمِ ذات کا ذکر کرتے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سبق اوّل: لطیفۂ قلب۔ پیر کو چاہیے کہ اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں مرید کے بائیں پستان کے ذرا نیچے پہلو کی طرف چوڑائی میں رکھ کر دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کا سران انگلیوں کے ساتھ ملا ہوا رکھ کر بتائے کہ یہ قلب کا منہ ہے۔ پیر اس جگہ پر انگشتِ شہادت کا دباؤ دے کر اسمِ ذات ''اللہ'' تین مرتبہ زبان سے کہے اور مرید کے دل میں توجہ رکھے۔ پھر انگلی اٹھا لے اور ذکر کی ترکیب اس طرح بتائے کہ جب دنیاوی کاموں سے فرصت پائے تو باوضو تنہائی میں قبلہ رُو بیٹھ کر زبان تالو سے لگائے اور دل کو تمام پریشان خیالات وخطرات سے خالی کر کے پوری توجہ اور نہایت ادب سے اپنے خیال کی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے کہ وہ ایک ذات ہے جو تمام کامل صفتوں والی ہے اور ہر قسم کے نقائص وعیوب سے پاک ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ نیز خیال کرے کہ جس جگہ مرشد نے انگلی رکھی ہے وہاں قلب کے منہ میں گویا سوراخ ہو گیا ہے اور اس سوراخ سے میرے دل میں فیضانِ الٰہی کا نور آرہا ہے اور دل کے زنگ وظلمات و کدورات اس نور کی برکت سے دور ہو رہے ہیں اور دل اس کے شکریے میں اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ اس خیال کے ساتھ نور کو اپنے دل میں کھینچ لائے۔ اس ذکر کے خیال میں اتنا محو ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے۔ اس کو استغراق کہتے ہیں۔ ذکر کرتے وقت خواہ دوزانو بیٹھے یا مربع یعنی چوکڑی مار کر بیٹھ جائے۔ آنکھیں بند کرلے، ناک سے سانس حسبِ معمول آتا جاتا رہے۔ کچھ دیر تسبیح کے ساتھ اس طرح ذکر کرے کہ تسبیح کا دانہ ہاتھ سے جلدی جلدی چلاتا جائے اور دل پر اللہ اللہ کا خیال گزارتا جائے۔ زبان سے نہ

کھے بل کہ زبان تالو سے لگی رہے، آنکھیں بند رہیں، دل کی طرف گردن جھکی ہوئی ہو۔ اگر برداشت ہو سکے تو سر اور منہ پر رومال وغیرہ ڈال لے تا کہ خیالات منتشر ہونے سے امن رہے۔ پھر تسبیح رکھ کر دیر تک ذکر اور حصولِ فیض کے خیال میں بیٹھا رہے۔ اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ نیز چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے غرضے کہ ہر وقت دل میں ذکر کا خیال رکھے تا کہ ''ہاتھ کار میں اور دل یار میں'' کا مصداق ہو جائے اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جاری ہو جائے۔ دل کے ذاکر ہونے کی کیفیت اکثر لوگوں کو نبض کی حرکت یا گھڑی کی ٹک ٹک وغیرہ کی مانند ہوتی ہے۔ ''ہدایت الطالبین'' میں ہے کہ ''حرکتِ ذکر از دل بسمعِ خیال رسد'' دل کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لفظِ مبارک ''اللہ'' خیال کے کان سے صاف طور پر سنا جائے محض لطیفے کی حرکت مراد نہیں ہے۔ اس ذکر پر اس قدر مداومت کرے کہ لطیفۂ قلب اپنے مضغے سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ جائے جس کی علامت یہ ہے کہ اس کی توجہ بلندی کی طرف مائل ہو جائے اور تمام جہات کی طرف سے بھول ہو جائے اور ذکر کے وقت اس کو ماسوی اللہ سے غفلت اور ذاتِ حق سے محویّت ہو جائے، اگرچہ تھوڑی دیر ہی کے لیے ہو۔ جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کہ قلب اپنے مضغے سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ گیا، اگرچہ کشف نہ ہو کیوں کہ کشف اس زمانے میں حلال اور طیّب روزی نہ ملنے کی وجہ سے بہت کم ہوتا ہے۔ طالب کو چاہیے کہ دن رات میں کسی وقت حسبِ فرصت ایک سو دفعہ درود شریف اور ایک سو مرتبہ استغفار ایک نشست میں یا متفرق طور پر پڑھ لیا کرے۔ جب مرشد کو یہ اطمینان ہو جائے کہ

مرید طالبِ صادق کا لطیفۂ قلب ذکرِ الٰہی سے جاری ہو گیا ہے اور اپنی اصل میں پہنچ گیا ہے تو اس کو دوسرا سبق تلقین کرے۔

سبق دوم: اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے۔ اس جگہ پر انگشتِ شہادت سے دباؤ دے کر اسمِ ذات ''اللہ، اللہ'' کی تلقین کرے جس طرح کہ لطیفۂ قلب میں مذکور ہے۔ اس لطیفے کے اپنی اصل میں پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ یہ لطیفہ بھی لطیفۂ قلب کی طرح ذکر سے جاری ہو جاتا ہے اور جو کیفیات ذکرِ قلبی میں حاصل ہوئی ہیں ان میں زیادتی ہو جاتی ہے اور غصّہ وغضب (جو پہلے سے طبیعت میں ہے) اصلاح ہو کر، شریعت کے تابع ہو جاتا ہے۔ اس کے حصول کے بعد لطیفۂ سر کے ذکر کی تعلیم دے۔

سبق سوم: لطیفۂ سر: اس کا مقام بائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ وسطِ سینہ ہے۔ اس میں بھی لطیفۂ قلب وروح کی طرح ذکر تلقین کرے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس میں بھی ہر دو سابقہ لطیفوں کی طرح ذکر جاری ہو جاتا ہے اور کیفیات میں مزید ترقی ہو جاتی ہے۔ یہ مقام مشاہدے اور دیدار کا ہے اور اس کے ذکر میں عجیب وغریب کیفیات ظہور میں آتی ہیں۔ اس میں حرص کی اصلاح ہو کر شریعت کے کاموں میں خرچ کرنے اور نیکیوں کے حاصل کرنے کی حرص پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لطیفے کے اظہار کے بعد لطیفۂ خفی کا ذکر بتائے۔

سبق چہارم: لطیفۂ خفی: اس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ وسطِ سینہ ہے۔ اس میں بھی حسبِ سابق ذکر تلقین کرے۔

اس ذکر میں **یَا لَطِیْفُ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِکَ الْخَفِیِّ** کا پڑھنا مفید ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفے میں بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے اور صفاتِ رذیلہ حسد و بخل کی اصلاح ہو کر اس لطیفے کے عجیب و غریب احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اس کے بعد لطیفۂ اخفیٰ کا ذکر بتائے۔

سبق پنجم: لطیفۂ اخفیٰ: اس کا مقام وسطِ سینہ ہے۔ اس میں بھی حسبِ سابق ذکر تلقین کرے۔ اس کی سیر اعلیٰ اور یہ ولایتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا مقام ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفے میں بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے اور تکبّر و فخر وغیرہ رذائل کی اصلاح ہو کر قرب و حضور و جمعیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ہر لطیفے کے ذکر میں قرب و حضور اور جمعیت حاصل ہوتی ہے لیکن لطیفۂ اخفیٰ کا مقام تمام مقامات سے عالی ہے (**طُوْبٰی لِمَنْ لَّہٗ ھٰذَا الْمَقَامُ وَلِمَنْ رَّاٰہُ**)۔ اس کے بعد لطیفۂ نفس کا ذکر تلقین کرے۔

سبق ششم: لطیفۂ نفس: اس کے مقام میں صوفیائے کرامؒ نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کے نزدیک ناف سے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے لیکن حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے نزدیک اس کا مقام وسطِ پیشانی ہے۔ محققین نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پیشانی پر اس کا سر اور زیرِ ناف اس کا دھڑ ہے۔ اس میں بھی بہ طریقِ سابق ذکر تلقین کرے۔ اگرچہ اس کی حرکت چنداں محسوس نہیں ہوتی پھر بھی جذب و شوق سے خالی نہیں رہتا۔ اس کی اصلاح کی علامت یہ ہے کہ نفس سرکشی کی بہ جائے ذکر کی لذّت سے سرشار ہو جاتا اور ذکر میں ذوق و شوق و محبّت بڑھ

جاتی ہے۔" عمدۃ السلوک (حصّہ دوّم) ص:۲۷۹ تا ۲۸۳

خواجہ شمس الدّین عظیمی مدّ ظلہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"ہر مخلوق میں تخلیقی امور کے اعتبار سے الگ الگ لطائف ہیں۔ جنات کے اندر پانچ لطیفے (نفس، قلب، روح، سر، خفی) کام کرتے ہیں۔ ملائکہ کے اندر چار لطیفے (روح، سر، قلب، اخفیٰ) کام کرتے ہیں۔ اجرامِ سماوی کے اندر تین لطیفے (روح، سر، قلب) کام کرتے ہیں۔ حیوانات کے اندر دو لطیفے (روح، سر) کام کرتے ہیں۔ جمادات و نباتات کے اندر ایک لطیفہ کام کرتا ہے۔ آدمی کے اندر چھے لطیفے (نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ) کام کرتے ہیں۔" (احسان و تصوّف، ص:۱۲۹)

ڈاکٹر فتح علی خاں لکھتے ہیں:

"ماہرینِ یوگ کے مطابق ہماری ریڑھ کی ہڈّی کے نچلے حصّے میں ایک ناگن (کنڈلینی) کنڈلی مارے پڑی سو رہی ہے۔ جب اس پر "ضرب" لگائی جاتی ہے تو وہ جاگ اٹھتی ہے اور جاگنے کے بعد ریڑھ کی ہڈّی میں پوشیدہ ناڑیوں (NERVES) کے ذریعے سے دماغ کی طرف محوِ سفر ہو جاتی ہے۔ ریڑھ کی ہڈّی کے نچلے حصّے سے دماغ کی طرف دو ناڑیاں جاتی ہیں، ایک کا نام ایڈا اور دوسری کا پنگلا ہے۔ ایڈا منفی اور پنگلا مثبت رو کو ظاہر کرتی ہے اور دونوں ناڑیوں کے درمیان ایک بہت ہی باریک ناڑی ہے جسے سوکشما کہتے ہیں۔ پھر اس سوکشما کے بیچوں بیچ ایک اُس سے بھی باریک ناڑی ہے جسے چترنی کہتے ہیں جس کو کنڈلینی راہ گزر کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ سوکشما کے دائیں طرف پنگلا اور بائیں

طرف ایڈا ناڑی ہوتی ہے۔ گویا کہ یہ دونوں ناڑیاں سوکشما کی محافظ ہیں اور سوکشما چترنی کی حفاظت پر مامور ہے۔ سوکشما کے نیچے کنڈلینی کنول (ہزار پنکھڑیوں کا کنول) رہتا ہے۔ چوں کہ یہ ہر وقت خوابیدہ حالت میں ہے اس لیے ہمیں اس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ کنڈلینی دورانِ سفر میں مختلف مقامات سے گزرتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں: (۱) مول دھار (ریڑھ کی ہڈی کا نچلا حصّہ)، (۲) سودھستان (جنسی اعضاء کے عین نیچے)، (۳) منی پور (ناف کے نیچے)، (۴) اناہٹ (قلب)، (۵) وسدّ (حلق)، (۶) اجن (دونوں ابروؤں کے درمیان)، (۷) سہرار (دماغ کے بیچوں بیچ)۔"

(فنِ یوگا، حصّہ دوّم، ص: ۲۵ تا ۳۰)

چناں چہ حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ پیشانی پر لطیفۂ نفس کا سر اور زیرِ ناف اس کا دھڑ ہے، خوب واضح ہو جاتا ہے۔ حضرت مجدّد قدس سرہٗ کے نزدیک لطیفۂ نفس کا مقام "اجن چکّر" سے مشابہ ہے اور دیگر صوفیاء کے مطابق "منی پور چکّر" کا دوسرا نام ہے۔

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ آگے تحریر فرماتے ہیں:

"سبق ہفتم: لطیفۂ قالبیہ: اس کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔ اس کا مقام و محل تمام بدن ہے یعنی روئیں روئیں سے ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ کبھی سلطان الاذکار کی جگہ وسطِ سر (بالائے دماغ) میں مقرّر کرتے ہیں اور انگلی رکھ کر توجّہ دیتے ہیں۔ اس سے بھی بفضلہٖ تعالیٰ تمام بدن میں ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ سالک کے جسم کا گوشت پھڑکنے لگتا ہے۔" (عمدۃ السلوک، حصّہ دوّم، ص: ۲۸۳)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''قبل ازیں لطائفِ سبعہ کا بیان ہوا۔ ان لطائف میں ذکر جاری ہونے کے بعد نفی اثبات (لا الٰہ الا اللہ) کا ذکر حبسِ دم کے ساتھ یعنی سانس روک کر کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل اپنے سانس کو ناف کے نیچے بند کرے یعنی اندر کی جانب خوب سانس کھینچ کر ناف کی جگہ پر روک لے اور خیال کی زبان سے کلمہ لا کو ناف سے نکال کر اپنے دماغ تک پہنچائے اور لفظِ الٰہ کو دائیں کندھے پر لے جائے اور لفظِ الا اللہ کو عالمِ امر کے پانچوں لطائف میں سے گزار کر قوتِ خیال سے دل پر اس شدّ ومد کے ساتھ ضرب کرے کہ ذکر کا اثر تمام لطائف میں پہنچ جائے۔ اس طرح ہر دفعہ سانس روکنے کی حالت میں چند بار ذکر کرے، پھر سانس چھوڑتے وقت محمد رسول اللہ خیال کی زبان سے کہے۔ ذکر میں معنی کا خیال رکھنا شرط ہے کہ سوائے ذاتِ حق کے کوئی مقصود نہیں ہے اور لا کے ادا کرتے اپنی ہستی اور تمام موجودات کی نفی کرے اور الا اللہ کہتے وقت ذاتِ حق سبحانہ کا اثبات کرے۔ ایک سانس میں طاق عدد ذکر کرنے کی رعایت کرے یعنی ابتداء میں تین بار پھر پانچ بار علیٰ ہذا القیاس اپنی طاقت اور مشق کے مطابق بڑھاتا جائے، حتیٰ کہ ایک سانس میں اکیس بار تک پہنچائے۔ اگر طاق عدد کی رعایت ہوسکے تو مفید ہے، شرط نہیں۔ چند بار ذکر کرنے کے بعد نہایت عاجزی سے حق سبحانہ کی جناب میں یہ التجا کرے ''یا الٰہی! تو ہی میرا مقصود ہے اور میں تیری ہی رضا کا طالب ہوں۔ اپنی محبت و معرفت مجھے عنایت فرما۔'' اگر اکیس بار تک پہنچایا اور کوئی فائدہ نہ ہوا تو پھر شروع سے یعنی تین

بار سے بڑھا کر اکیس بار تک لے جائے۔ بازگشت، نگہ داشت، وقوفِ قلبی، وقوفِ عددی وغیرہ کی رعایت کرے۔ اس ذکر کے اثرات یہ ہیں کہ اس سے حرارتِ قلب، ذوق وشوق، رقتِ قلب، نفیِ خواطر، زیادتیِ محبت حاصل ہوتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ کشف کے حاصل ہونے کا سبب ہوجائے۔ چوں کہ اس ذکر میں گرمی بہت ہوتی ہے اس لیے مرشد کو چاہیے کہ گرمیوں میں اس ذکر کی تلقین نہ کرے بل کہ سردیوں میں بھی سالک کی طبیعت کا اندازہ کر کے کمی بیشی کا حکم کرے، حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے اس ذکر کو پانی میں کھڑے ہو کر کیا ہے۔ اگر سانس کا روکنا کسی کو تکلیف دے تو اس کو نیز گرمیوں میں ہر شخص کو بغیر سانس روکے بے رعایت وقوفِ عددی اس ذکر کو کرنا چاہیے۔ واضح ہو کہ یہ ذکر تمام سلوک کا مکھن ہے، اس لیے طالبِ صادق کو اس کے حصول میں پوری کوشش کرنا چاہیے۔'' (عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص: ۲۸۳، ۲۸۴)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں علیہ الرحمہ کو ۱۲؍ ویں جنوری ۱۹۵۱ء کے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''ذکرِ نفی اثبات کی تعداد میں اگر ہو سکے اور صحت و وقت گنجایش دے، اور اضافہ کر دیں۔ موسم مناسب ہے۔ غذائے زود ہضم و مقوّی کا استعمال ضرور رکھیں، مثلاً بادام اور دودھ کا حریرہ قدرے گھی ڈال کر استعمال کیا کریں۔ کچھ نہ کچھ وقت تسبیح کھٹ کھٹانے کا بھی نکال لیا کریں تو اچھا ہے، خواہ تھوڑا ہی ہو۔ جوش و کیفیات کو روکا نہ کریں۔ البتہ جب زیادتی ہو تو حلقے میں شامل نہ ہوا کریں بل کہ الگ میں کرلیا کریں۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۷)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں رحمۃ اللہ مفتی مظہر بقا مرحوم کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''تمام اسباق ہر روز کیے جائیں تو بہتر ہے۔ فجر کے بعد سے اشراق تک، پھر کسی دوسرے وقت دو تین منٹ بھی کرلیں تو بہتر ہے ورنہ بعض اسباق پھر چھوٹ جاتے ہیں۔ آج کل سردی ہے تو حبسِ دم ضرور کرلیا کریں، خواہ تھوڑی دیر سہی۔ اس سبق سے ابتدائی سات اسباق بہت پختہ ہو جاتے ہیں۔ حبسِ دم سے مجھے اس قدر جوش پیدا ہو جاتا تھا کہ کہنیاں اور گھٹنے زخمی ہو جاتے تھے۔ اچھل جاتا تھا اور کبھی لوٹ پوٹ ہو جاتا تھا۔ اس لیے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس سبق کو منع کردیا تھا۔''

(مکتوباتِ غلام مصطفیٰ، جلد اوّل، ص: ۳۲۲)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ تحریر کرتے ہیں:

''سبق نہم: ذکرِ تہلیلِ لسانی: اس ذکر کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر نفی اثبات کے ذکر میں بیان ہوا مگر اس میں سانس نہیں روکا جاتا اور کلمۂ شریفہ لا الہ الا اللہ کا ذکر شرائطِ مذکورہ بالا کے ساتھ زبان سے کیا جاتا ہے، خیال سے نہیں۔ اس کی ادنیٰ تعداد گیارہ سو مرتبہ اور اعلیٰ پانچ ہزار مرتبہ ہے۔ اگر ایک وقت میں نہ ہو سکے تو دن رات کے متفرق وقتوں میں پورا کرلے۔ اس سے بھی زیادہ کرے تو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ اس ذکر کو چلتے پھرتے، وضو سے ہو یا بے وضو، ہر وقت کرسکتا ہے۔ البتہ باوضو ہونا افضل اور معنی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس کے اثرات بھی حسبِ سابق ہیں۔ ہر دو طریقے کے ذکرِ نفی اثبات میں خطرات کی نفی، حضورِ قلب، لطائف کی اپنے مقامات سے فوق الفوق کی طرف کشش اور دل پر فوق یا کسی اور جانب سے واردات کا

نزول ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ واردات کا نزول ہو کر سالک پر فنا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔" (عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص: ۲۸۴، ۲۸۵)

شاہ صاحبؒ ۱۲ رویں جون ۱۹۵۱ء کو ڈاکٹر صاحب کے نام تحریر فرماتے ہیں:

"احوالِ مندرجہ سے آگاہی ہو کر اطمینان ہوا۔ آپ کو اگلے سبق تہلیلِ لسانی کی اجازت ہے۔ ماسٹر محمد احمد صاحب کو اس عاجز نے لکھ دیا ہے، وہ آپ کو ترکیب بتا دیں گے۔ احوالِ پیش آمدہ سے بہ دستور مطلع فرماتے رہیں۔"

(مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۹)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک دوست عبدالغنی صاحب اور ایک کرم فرما سیٹھ عبدالغفار صاحب کے ساتھ پاک پٹن حاضر ہوا۔ اتّفاق سے روضۂ مبارک مقفّل تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ ابھی چند روز پہلے عرس ہوا تھا اور عرس کے موقع پر صندل لگایا گیا تھا۔ نمی کی وجہ سے مقفّل کر دیا گیا ہے۔ مغرب کی طرف سے جو کھڑکی جالی دار ہے وہاں میں کھڑا ہو گیا اور فاتحہ پڑھنے لگا۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نظر مجھ پر ڈالی تو میں تڑپنے لگا اور اللہ اللہ کا شور کرنے لگا۔ بہ کثرت لوگ وہاں ٹھیرے ہوئے تھے۔ وہ میری طرف دوڑے لیکن میں قابو میں نہ تھا۔ بڑی دیر کے بعد طبیعت سنبھلی۔" (تاریخِ اسلاف ص: ۳۵)

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"رات بھر کے سفر کے بعد صبح کو اجمیر شریف پہنچے۔ وہاں پہنچ کر حضرت شاہ صاحبؒ نے قریب ڈھائی گھنٹے مراقبہ فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے طفیل

میں مجھے ایسا نظر آیا کہ ان کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تحریری اجازت نامہ (خلافتِ چشتیہ) عطا فرمایا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی عادت کے مطابق اس بات کو پوشیدہ رکھا لیکن میں نے دیکھا کہ مراقبے کے بعد وہ بہت خوش تھے۔" (طوبیٰ لہم، ص:۱۶-۱۷)

کچھ اور واقعات اس طرح بیان فرمائے:

"دہلی میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت شاہ صاحبؒ کے طفیل میں مجھے ظاہر ہوا کہ حضرت محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ پانی پت آؤ تو بس میں آنا۔ اسٹیشن کے قریب ملے گی۔ اس میں سہولت ہوگی۔ ہم لوگ پھر بس ہی میں پانی پت گئے۔ وہاں پہنچے تو راستے میں ایک ہندو ملا۔ اس نے کہا کہ کل ایک مسلمان یہاں آ گیا تھا تو ہم نے اسے مار ڈالا۔ میں نے کہا کہ تم نے کوئی خاص بات تو کی نہیں۔ ہمارا وقت آ جائے گا تو ہم بھی مار دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد ہم لوگ حضرت محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر قریب ڈھائی گھنٹے مراقب رہے لیکن کوئی سورما ہم لوگوں کو مارنے نہیں آیا۔" (طوبیٰ لہم، ص:۱۹)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر صاحب کے نام مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

"احوالِ باطنی آپ کے، مظہرِ ترقی مقامات ہیں۔" (مکتوباتِ زوّاریہ ص۱۹)

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

"سبق دہم: مراقبۂ احدیت، نیت: "میرے لطیفۂ قلب پر اس ذاتِ والا

صفات سے فیض آ رہا ہے جو تمام کمالات اور خوبیوں کی جامع ہے اور جملہ عیوب ونقائص سے منزّہ و پاک ہے اور اسم مبارک اللہ کا مسمّیٰ ہے۔" زبانِ خیال سے یہ نیت کر کے فیضانِ الٰہی کے انتظار میں بیٹھا رہے۔ اس مراقبے میں جمعیّت اور حضورِ قلب کی نسبت حاصل ہونے کی طرف توجّہ رکھنا چاہیے اور تنزیہ وتقدیسِ ذاتِ حق سبحانہٗ کا پوری طرح خیال رکھنا چاہیے۔ اثرات: خطراتِ قلبی کے بالکلّیہ زائل ہونے یا کم ہونے کو جمعیّت کہتے ہیں۔ قلب کی توجّہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف پیدا ہونے کو حضور کہتے ہیں۔ مراقبہٗ احدیت میں سالک کو حق تعالیٰ کے ساتھ حضور اور اس کے ماسوٰی سے غفلت حاصل ہو جاتی ہے حتیٰ کہ کم از کم چار گھڑی تک خطرے اور وسوسے کے بغیر یہ حضور حاصل ہو جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اس مراقبے کے اثرات مرتّب ہو رہے ہیں۔" (عمدۃ السلوک، حصّہ دوّم، ص: ۲۸۵)

حضرت شاہ صاحبؒ ۱۵ رویں اپریل ۱۹۵۲ء کو ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں علیہ الرحمہ کے نام اپنے خط میں فرماتے ہیں:

"مراقبے کے وقت لطائفِ سبعہ کے مراقبے کے بعد مراقبہٗ احدیت کیا کریں۔ اس کی آپ کو اجازت ہے۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص ۱۸)

اگلے خط مرقومہ ۱۹ رویں جون ۱۹۵۲ء میں لکھتے ہیں:

"احوالِ باطنی وواردات قلبی کے متعلق معلوم ہو کر مسرّت ہوئی۔ اللہ پاک بیش از بیش عروج مرحمت فرمائے۔ آپ کو اگلے سبق یعنی مشاربِ اوّل کی اجازت ہے۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۲۱)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مراقبہ احدیت کے بعد مراقباتِ مشارب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مشارب جمع مشرب کی ہے بہ معنی راہ اور گھاٹ۔ان مراقبات کے ذریعے سے سالک مقامِ فنا تک پہنچ جاتا ہے اس لیے ان کو مشاربات کہتے ہیں۔ عالمِ امر کے ہر لطیفے کی اصل عرش کے اوپر ہے چناں چہ لطفیہ قلب کی اصل تجلی افعالِ الٰہی ہے، لطیفہ روح کی اصل تجلی صفاتِ ثبوتیہ ہے، لطیفہ سر کی اصل تجلی شیونات ذاتیہ ہے، لطیفہ خفی کی اصل تجلی صفاتِ سلبیہ ہے، لطیفہ اخفیٰ کی اصل تجلی شانِ جامع ہے۔ جب تک ہر لطیفہ نورانی ہوکر اپنی اصل تک نہ پہنچے اُس لطیفے کی فنا حاصل نہیں ہوتی۔ واضح ہو کہ جب تک ہر مراقبے کا اثر سالک کے لطیفے پر محسوس نہ ہو ہرگز دوسرے مراقبے کی تلقین نہ کی جائے ورنہ ماسویٰ کا خیال دل سے کبھی دور نہ ہوگا اور اس کو مقامِ فنا تک جو ولایت کا پہلا قدم ہے، رسائی نصیب نہ ہوگی۔

سبق یازدہم، مراقبہ لطیفہ قلب، نیت: سالک اپنے لطیفہ قلب کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلبِ مبارک کے مقابل تصوّر کر کے زبانِ خیال سے جناب الٰہی میں التجا کرے۔''یاالٰہی! تجلیاتِ افعالیہ کا وہ فیض جو آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب سے حضرتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ قلب میں القاء فرمایا ہے، پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفہ قلب میں بھی القاء فرمادے۔'' اثرات: اس لطیفے کے مراقبے میں اپنے افعال اور تمام مخلوق کے افعال سالک کی نظر سے پوشیدہ ہوجاتے ہیں اور ایک فاعلِ حقیقی کے فعل کے سوا اُس کی نظر میں اور کچھ نہیں آتا۔ جب اس دید کا غلبہ ہوجاتا ہے تو سالک کائنات کی ذات وصفات کو حق

سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر دیکھتا ہے اور ماسوئی کو اس قدر بھول جاتا ہے کہ بہ تکلّف یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتا اور دنیا کے غم وخوشی سے قلب متاثر نہیں ہوتا۔ اس کو فنائے لطیفہٗ قلب کہتے ہیں۔''

(عمدۃ السّلوک، حصّہ دوّم، ص: ۲۸۵، ۲۸۶)

امام ربانی حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ سلوک کی منزلیں طے کرنے سے مراد دس مقامات کا طے کرنا ہے اور ان دس مقامات کا طے کرنا ان تین قسم کی تجلیات سے وابستہ ہے یعنی تجلیٔ افعال، تجلیٔ صفات اور تجلیٔ ذات۔ ان مقامات سے سوائے مقامِ رضا کے سب تجلیٔ افعال اور تجلیٔ صفات سے متعلق ہیں۔ مقامِ رضا تجلیٔ ذات سے وابستہ ہے نیز محبّتِ ذاتیہ سے متعلق ہے جس میں محبّ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ محبوب کی طرف سے خواہ اسے تکلیف ہو یا آرام دونوں کو برابر سمجھے۔ اسی طرح باقی مقامات پر بہ درجہٗ کمال پہنچنا بھی تجلیٔ ذات کے وقت نصیب ہوتا ہے جس سے فنائے اتم وابستہ ہے۔''

(مکتوباتِ امام ربانی، جلد سوّم، ص: ۵۸۷)

شاہ صاحب علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں:

''سبقِ دوازدہم: مراقبہ: لطیفہٗ روح، نیت: سالک اپنے لطیفہٗ روح کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہٗ روح کے مقابل تصوّر کر کے زبانِ خیال سے بارگاہِ الٰہی میں التجا کرے۔ ''یا الٰہی! تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہٗ روح سے حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہٗ روح میں القاء فرمایا ہے،

پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ روح میں بھی القاء فرمادے۔'' صفاتِ ثبوتیہ حیات، علم، قدرت، سمع، بصر ارادہ وغیرہ ہیں۔ اثرات: لطیفۂ روح کی فنا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب سالک کی نظر سے اپنی اور تمام مخلوقات کی صفات غائب ہوجائیں اور تمام صفات کی نسبت حق تعالیٰ ہی کی طرف نظر آئے۔ اس مقام میں جب سالک اپنے آپ سے اور تمام مخلوقات سے وجود کی نفی کرتا ہے جو کہ تمام صفات کی اصل ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے وجود کا اثبات نہیں کرتا تو ناچار توحیدِ وجودی کا قائل ہوجاتا ہے۔'' (عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص: ۲۸۶، ۲۸۷)

حضرت مجددّ الفِ ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''سیرِ الی اللہ سے مراد کسی ایک اسمِ الٰہی تک کی سیر ہے جو سالک کا مبداء تعیّن ہے اور سیر فی اللہ سے مراد اس اسم میں یہاں تک سیر کرنا ہے کہ اسماء و صفات اور شیون و اعتبارات کے لحاظ سے مجرد ذاتِ احدیت کی بارگاہ میں پہنچ جائے۔ یہ تقریر اس وقت درست معلوم ہوتی ہے جب کہ اسمِ مبارک 'اللہ' سے مراد مرتبۂ وجوب لیا جائے جو اسماء وصفات کا جامع ہے لیکن اس اسم مبارک سے مراد ذاتِ محض لی جائے تو پھر سیر فی اللہ بھی سیر الی اللہ میں داخل ہوتی ہے اور اس طرح سیر فی اللہ بالکل حاصل نہیں ہوتی کیوں کہ آخری سے آخری نقطے میں سیر کرنا وہم وخیال میں بھی نہیں آسکتا۔ اس نقطے پر پہنچ کر بے توقف جہان کی طرف لوٹنا ہوتا ہے جسے سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں۔ یہ شناخت آخری سے آخری نقطے تک کے واصلوں کے لیے مخصوص ہے۔'' (مکتوباتِ امام ربانی، جلد سوم، ص: ۵۸۴)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ شرعی امور کی پابندی کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ چناں چہ پاس پورٹ کے لیے تصاویر بھجواتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو ہدایت فرماتے ہیں: ''یہ فوٹو اس مقصد کے علاوہ جس کی شرع شریف نے ضرورتِ شرعی کے تحت اجازت دی ہے، کسی اور مقصد کے لیے ہرگز نہیں ہے۔ آپ تو خود ہی اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ یہ صرف اس لیے لکھ دیا کہ کوئی اور آدمی اس کی نقل حاصل کر کے ناجائز طور پر اپنے پاس نہ رکھے۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۳۴)

اسی طرح ایک اور خط میں لکھتے ہیں: ''دو مستورات کے جو نام آپ نے تحریر فرمائے ہیں ان کے متعلق یہ نہیں لکھا کہ ان کے سرپرست کون ہیں اور ان کے دیگر متعلقین اور محرموں کی درخواست کا کیا رہے گا اور بغیر محرم کے وہ کیسے جاسکیں گی؟''۔

(مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۳۶)

شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''سبقِ سیزدہم: مراقبۂ لطیفۂ سر، نیّت: سالک اپنے لطیفۂ سر کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ سِرّ کے مقابل تصوّر کر کے زبانِ خیال سے بارگاہِ الٰہی میں التجا کرے۔ ''یاالٰہی! تجلیاتِ شیونِ ذاتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ سِرّ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفۂ سِرّ میں القاء فرمایا ہے پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ سِرّ میں بھی القاء فرمادے۔'' شیون جمع ہے شان کی اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ شانِ ذاتیہ ہے کہ جس سے وہ صفاتِ ثبوتیہ کے ساتھ موصوف ہے۔ اثرات: فنائے سِرّ یہ ہے کہ سالک اس مقام میں اپنی ذات کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات میں مٹا ہوا پاتا ہے اور اسے ذاتِ حق تعالیٰ کے سوا اور

کوئی ذات نہیں آتی۔ جب سالک ذات وصفاتِ الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے تو طعن وملامت کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی تعریف وتوصیف کا خواہش مند رہتا ہے۔ صرف ذاتِ حق میں مستغرق رہتا ہے۔"

(عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص: ۲۸۷)

حضرت مجددؒ قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"فنا وزوالِ وجودی اور بقا کے یہ معنی نہیں کہ ممکن سے امکان بالکل زائل ہو جائے اور اس کو وجوب حاصل ہو جائے، کیوں کہ یہ محالِ عقلی ہے اور اس کے قائل ہونے سے کفر لازم آتا ہے۔"

مکتوباتِ امام ربانی (جلد سوم)، ص: ۳۹۵

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"سبق چہاردہم: مراقبہ لطیفۂ خفی، نیت: سالک اپنے لطیفۂ خفی کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ خفی کے مقابل تصوّر کر کے زبانِ خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے۔ "یا الٰہی! تجلیاتِ صفاتِ سلبیہ کا وہ فیض جو آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ خفی سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفۂ خفی میں القاء فرمایا ہے پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ خفی میں بھی القاء فرما دے۔" صفاتِ سلبیہ کا مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے۔ وہ جسم وجسمانی، عرض وجوہر، مکانی وزمانی، حال ومحل، محدود ومتناہی ہونے سے بھی پاک ہے۔ بے جہت، بے کیف، بے نسبت اور بے مثل ہے۔ اس کی ضد ونِدّ، ہم سر ومثل ہونا اس کی پاک بارگاہ سے مسلوب ومفقود ہے۔ ماں باپ، زن واولاد سے پاک ہے

کیوں کہ یہ سب حدوث کے نشانات ہیں اور ان سے نقص لازم آتا ہے۔

اثرات: اس لطیفے کی فنا یہ ہے کہ سالک اس مقام میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو تمام عالم سے ممتاز و منفرد پاتا ہے اور جمیع مظاہر سے مجرد و یگانہ دیکھتا ہے۔

سبق پانزدہم: مراقبۂ لطیفۂ اخفیٰ، نیت: سالک اپنے لطیفۂ اخفیٰ کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ اخفیٰ کے مقابل تصور کر کے زبانِ خیال سے بارگاہِ الٰہی میں التجا کرے۔ ''یا الٰہی! تجلیاتِ شانِ جامع کا وہ فیض جو آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ اخفیٰ مبارک میں القاء فرمایا ہے پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ اخفیٰ میں القاء فرمادے۔'' صفات و شیونات کی اصل کو شانِ جامع کہتے ہیں۔ اثرات: اس لطیفے کی فنا یہ ہے کہ سالک کو اخلاقِ حضرتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اور اخلاقِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے تخلّق واتّصاف وآراستگی حاصل ہوجاتی ہے اور یہی اثرات آئندہ مقامات میں پختہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس مقام میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری طرح اتّباع کرنا مفید ہوتا ہے۔''

عمدۃ السلوک، (حصہ دوّم)، ص: ۲۸۸

اس کے بعد شاہ صاحب علیہ الرحمہ تنبیہ کے طور پر لکھتے ہیں:

''ان پانچوں مراقباتِ مشارب (مراقبۂ لطیفۂ قلب، مراقبۂ لطیفۂ روح، مراقبۂ لطیفۂ سِرّ، مراقبۂ لطیفہ خفی اور مراقبۂ لطیفۂ اخفیٰ) میں ہر مراقبے کی نیت کر کے جب اس لطیفے کے فیض کے انتظار میں بیٹھے تو ہر اس لطیفے کو جس میں مراقبہ کررہا ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے سلسلے کے تمام بزرگوں کے اس لطیفے کے سامنے ان شیشوں کی مانند جو آپس میں ایک

دوسرے کے سامنے ہوں، فرض کر کے خیال کرے کہ اس لطیفے کا خاص فیض جنابِ باری تعالیٰ سے آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لطیفے میں آ رہا ہے، پھر سلسلے کے تمام بزرگوں کے اس لطیفے کے آئینوں میں سے منعکس ہو کر میرے اس لطیفے میں آ رہا ہے تا کہ حدیثِ قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں) کے بہ موجب اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ نیز جاننا چاہیے کہ عالمِ امر کے ان پانچوں لطائف کی فنا حاصل ہونے کے بعد دائرۂ امکان کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔ اس سیر میں جمعیّت، حضور، جذب لطائف بسوے اصولِ خود اور حالات و واردات (جو فوق سے سالک پر وارد ہوتے ہیں اور سالک ان کی برداشت کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے) کا م حاصل ہونا ضروری ہے۔"

(عمدۃ السلوک، حصہ دوّم، ص: ۲۸۸، ۲۸۹)

امام ربانی حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"جب سالک نیت کو درست اور خالص کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے۔ سخت ریاضتیں اور مجاہدے اختیار کرتا ہے اور تزکیہ پا کر اس کے اوصافِ رزیلہ اخلاقِ حسنہ سے بدل جاتے ہیں اور اپنے آپ کو بشریّت کی کدورتوں سے پاک وصاف دیکھتا ہے تو اس کی سیرِ آفاقی ختم ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر بعض نے احتیاط اختیار کی ہے اور انسان کے ساتوں لطائف میں سے ہر لطیفے کے لیے عالمِ مثال میں اس کے مناسب انوار میں سے ایک نور مقرّر کیا ہے اور اس نورِ مثالی میں سے نور کے ظاہر ہونے کو اس لطیفے کی صفائی کی علامت مقرّر کیا ہے اور اس سیر کو لطیفۂ قلب سے شروع کر کے

بتدریج و ترتیب لطیفہ اخفیٰ تک (جو تمام لطائف کا منتہا ہے) پہنچایا ہے۔ مثلاً صفائی قلب کی علامت قلب کے نور کا ظہور ہے جو عالمِ مثال میں نورِ سرخ کی صورت میں ہے اور صفائی روح کی علامت اس کے نور کا ظہور ہے جو نورِ زرد کی صورت میں ہے۔ اسی طرح دوسرے لطائف کا حال ہے۔ پس سیرِ آفاقی کا حال یہ ہے کہ سالک اپنے اوصاف کی تبدیلی اور اخلاق کے تغیر کو عالمِ مثال کے آئینے میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ظلمتوں کا دور ہونا اس جہان میں محسوس کرتا ہے تاکہ اس کو اپنی صفائی کا یقین اور اپنے تزکیے کا علم ہو جائے۔ جب سالک اس سیر میں دم بہ دم اپنے احوال و اطوار کو عالمِ مثال میں (جو منجملہ آفاق کے ہے) مشاہدہ کرتا ہے اور اس عالم میں ایک حالت سے دوسری حالت میں اپنی تبدیلی کو دیکھتا ہے تو گویا اس کی یہ سیر آفاق ہی میں ہے اگرچہ، درحقیقت یہ سیر سالک کے اپنے نفس کی سیر ہے اور اس کے اپنے اوصاف و اخلاق میں حرکتِ کیفی ہے لیکن چوں کہ دور بینی کے باعث اس کے مدِ نظر آفاق ہے نہ کہ انفس، اس لیے یہ سیر بھی آفاق کی طرف منسوب ہے۔ اس سیر کے تمام ہونے کو جو آفاق کی طرف منسوب ہے سیرِ الی اللہ کا تمام ہونا مقرر کیا گیا ہے اور فنا کو اس سیر پر موقوف رکھا گیا ہے اور اس سیر کو سلوک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جو سیر واقع ہوتی ہے اس کو سیرِ انفسی کہتے ہیں، نیز سیر فی اللہ بھی کہتے ہیں اور اِس مقام میں بقا باللہ ثابت کرتے ہیں۔ اس مقام میں سلوک کے بعد جذبے کا حاصل ہونا جانتے ہیں۔ چوں کہ سالک کے لطائف سیرِ اوّل میں تزکیہ پا چکتے ہیں اور بشریت کی کدورتوں سے صاف ہو جاتے ہیں اس لیے یہ قابلیت پیدا

کر لیتے ہیں کہ اسمِ جامع کے ظلال وعکوس ان لطائف کے آئینوں میں ظاہر ہوں اور یہ لطائف اس اسمِ جامع کی جزئیات کے تجلیات وظہورات کے مظہر اور مورد ہوں۔ اس سیر کو سیرِ انفسی اس لیے کہتے ہیں کہ انفس اسماء کے ظلال وعکوس کا آئینہ ہے نہ یہ کہ سالک کی سیر نفس میں ہے جیسے کہ سیرِ آفاقی میں گزرا کہ باعتبار آئینہ ہونے کے اس کو سیرِ آفاقی کہا گیا نہ یہ کہ سیر آفاق میں ہے۔ اس سیر میں درحقیقت انفس کے آئینوں میں اسماء کے ظلال کی سیر ہے۔" (مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوّم، ص: ۱۱۷، ۱۱۸)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہر زمانے میں اہلِ حق صوفیائے کرام قدس اللہ اسرار ہم حق وناحق، صحیح و غلط اور جائز وناجائز کو ایک دوسرے سے جدا کرتے اور عوام وخواص کی صحیح رہ نمائی کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے ہیں جیسا کہ امام غزالی، شیخ شہاب الدین سہروردی، داتا گنج بخش علی الہجویری، خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری، شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین اجمیری، خواجہ نظام الدین دہلوی، حضرت مجدّد الفِ ثانی، خواجہ محمد معصوم سرہندی، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ غلام علی دہلوی وغیرہ حضرات قدسنا اللہ تعالیٰ باسرار ہم کی تصنیفات سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے اور ہمارے قریب کے زمانے میں بھی مولانا رشید احمد گنگوہی و مولانا اشرف علی تھانوی قدس اسرار ہم نے تصوّف کے مسائل کو منقّح ومنقی کرنے میں کمال درجے کی محنت کی ہے اور فقہا ومحدثین کے شانہ بہ شانہ صوفیائے کرام نے بھی تصوف میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے

تعامُل کو بنیاد قرار دے کر اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر منفرد آراء کو رد کر دیا اور تصوّف میں بھی مسلکِ جمہور قائم کیا اور اس کو اعتقاد و عمل کی بنیاد ٹھیرایا۔ آج بھی اہلِ حق صوفیہ کے ہاں تنقیح کا عمل مسلسل جاری ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانے میں رطب و یابس، صحیح و غلط اور حق و ناحق کو خلط ملط کرنے والوں کی کثرت ہے اس لیے تنقیح و تنقیہ کے عمل کی ضرورت فی زمانناشدید تر ہوگئی ہے۔ تاہم اہلِ حق اب بھی موجود ہیں اور اپنے کام میں مصروف ہیں۔ اصل موجود ہے تبھی تو اہلِ نقل بھی نقلی چیز کو اصلی چیز کے مشابہ بنا کر اور اس کو اصلی کہہ کر دن رات اس کی ترویج میں لگے ہوئے ہیں اور عوام النّاس اصل و نقل میں تمیز نہ کر سکنے کے باعث نقل پر فریفتہ رہتے ہیں۔ عام لوگ بل کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جو خواص متصوّر ہوتے ہیں تصوّف کی حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں اور غلط مقصد متعین کر کے غلط چیزوں کو معیارِ تصوّف و کمال قرار دیتے اور ''فضلّوا واضلّوا'' کا مصداق ہوتے ہیں

ع چوں ندانند حقیقت رہِ افسانہ زدند

محققین کے نزدیک تصوّف احسان کا دوسرا نام ہے اور تحصیلِ احسان کا حکم مشہور حدیثِ جبریلؑ سے ثابت ہے، اس بارے میں علمائے کرام و صوفیائے عظام کا اتّفاق ہے اور یہ دونوں گروہ اس بات کو مانتے ہیں کہ شریعت کے تین جزو ہیں: علم، عمل، اَور اخلاص، جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ طریقت و حقیقت جن سے صوفیائے کرام ممتاز ہیں اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کے خادم

ہیں۔ ان دونوں کے حاصل کرنے سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے نہ کہ شریعت کے سوا کوئی اور امر۔ احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیائے کرام کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں، وہ اصلی مقاصد میں سے نہیں ہیں، مقصودِ اصلی اخلاص کی تکمیل ہے جو کہ مقامِ رضا کے حاصل ہونے کے لیے ضروری ہے۔

اخلاص کے بہت سے درجے ہیں، سب سے کامل اخلاص وہ ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام کو حاصل ہے، اس کمال کو کوئی غیر نبی نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح اولیائے کرام کا اخلاص دوسرے لوگوں سے کامل ترین ہوتا ہے اور ان میں بھی صحابۂ کرامؓ کا اخلاص خصوصاً خلفائے راشدین و عشرہ مبشرہ والسابقین الاولین کا اخلاص جس درجے کا تھا اس کی مثال کسی غیر صحابی ولی میں نہیں ملے گی، اسی اخلاص کے کمال کے اعتبار سے اولیائے کرام حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی فرقِ مراتب ہوتا ہے اور اسی کمالِ اخلاص کے حصول کے لیے صوفیائے کرام محنت کرتے اور کراتے ہیں، یہی تصوّف کا مقصدِ اصلی ہے اور یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اپنے نفس کو شریعتِ مقدّسہ کے احکامات کے مقابلے میں مٹا دیتا ہے یعنی اپنے نفس کو شریعتِ مقدّسہ کے تابع بنا دیتا ہے۔

کہنے کو تو فنائے نفس اور اخلاص کا حصول چند لفظی بات ہے لیکن اس میں کمال پیدا کرنا مشکل امر ہے اور صوفیائے محققین و علمائے راسخین کے طریقے پر چلے بغیر اس میں کمال پیدا کرنا نہایت مشکل امر ہے، اسی لیے مولانا رومؒ نے فرمایا:

نفس نتواں کُشت اِلّاذاتِ پیر
دامنِ آں نفس کُش محکم بگیر

اصلاح وفنائے نفس سے پہلے نفل نماز وتلاوتِ قرآن مجید وغیرہ جو اعمال و اوراد کیے جائیں وہ ایک مؤمن کے حق میں ابرار کے اعمال تو ضرور ہیں اور ان پر ثواب ضرور مرتّب ہوگا لیکن وہ مقربین کے اعمال میں سے نہیں ہیں اور قربِ الٰہی کا ثمرہ اُن پر مرتّب نہیں ہوگا بل کہ ایسی حالت میں ذکرِ الٰہی اور وہ اعمال واَوراد جو کسی شیخ کامل سے اخذ کیے ہوں اور فنائے نفس کے حصول کا ذریعہ ہوں مقربین کے اعمال میں شمار ہوں گے اور فنائے نفس کی تکمیل اور اس کے مطمئنہ ہو جانے کے بعد نفل نماز وتلاوتِ قرآن مجید و جملہ اورادو اعمالِ حسنہ مقربین کے اعمال میں شمار ہوں گے اور قربِ الٰہی میں ترقی کا موجب ہوں گے۔

رہی یہ بات کہ ایک عام آدمی صوفیاء کے ملفوظات اور تذکرے پڑھ کر الجھن میں پڑجاتا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ صوفیاء کے تذکروں کو علومِ صوفیہ کی بنیاد قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جس طرح تاریخی روایات کا درجہ احادیث کے مقابلے میں بہت ہی اسفل ہے، جو اہتمام محدثینِ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کے روایت کرنے اور ان کی درجہ بندی میں فرمایا ہے مؤرخین سے اس کا عشرِ عشیر بھی ظہور میں نہیں آیا۔ تذکروں کا معاملہ تو تواریخ سے بھی اسفل ہے اور ان کی روایات کو تو کچھ بھی تاریخی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ البتہ ملفوظاتِ اکابر کے بارے میں یہ گمان اس عاجز کے نزدیک صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ عام آدمی الجھن میں پڑجاتا ہے کیوں کہ کسی

بزرگ کے ملفوظات اس بزرگ کا کوئی معتقد و ذی علم آدمی اس مجلس میں من وعن لکھتا رہتا ہے اور بعد میں ان کو کتابی شکل میں جمع کر کے شائع کر دیا جاتا ہے اور وہ ملفوظات حاضرینِ مجلس کے ذوق کے مطابق عام فہم زبان میں بیان ہوتے ہیں، بل کہ اکثر و بیش تر حاضرین کے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اگر ان کی جمع و ترتیب کا اہتمام صحیح طریقے پر کیا گیا ہو اور بعد میں بھی تحریف و اضافہ سے محفوظ رہے ہوں تو ان کے متعلق مذکورہ بالا رائے قائم کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر حضرت شاہ رؤف احمد قدس سرہٗ العزیز نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہٗ العزیز کے ملفوظات تاریخ وار تحریر کیے ہیں اور فارسی زبان میں جمع فرما کر ''درالمعارف'' کے نام سے شائع کرائے ہیں۔ اس عاجز کے خیال میں ان ملفوظات کے پڑھنے سے شاہ صاحب موصوف کی مجلس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور بہت سے اہم مسائل و امور کا حل ان میں مل جاتا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی جگہ جامع کے ذوق کو بھی کچھ دخل پیدا ہو جائے لیکن اگر وہ کتاب مستند ہو تو مجموعی حیثیت سے اس کے مضامین مفید و مستند ہی ہوتے ہیں۔

آخر میں اس عاجز کو یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ اکابر کی کوششوں اور کامرانیوں کے باوجود آج بھی اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ مسائلِ تصوّف کو اور زیادہ منقح و واضح کیا جائے تا کہ یہ علم عوام النّاس تک نہایت سہل و واضح ہو کر پہنچے اور مدعیانِ کاذب کے لیے خلط ملط کے مواقع مفقود ہو جائیں۔ اب سائنس کی ترقی کا دور ہے تصوّف کی سائنس کو بھی

جدید طرز پر واضح الفاظ میں بیان کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہر سائنٹفک مزاج اس سے صحیح معنی میں استفادہ کرسکے اور اس سے متنفر ہونے اور راہِ فرار اختیار کرنے کی بجائے اس کا گرویدہ و فریفتہ ہو جائے۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اور نہ ہی اس بات کا موقع ہے کہ:

بامدّعی مگوئید اسرار جذب و مستی
بگذار تا بمیرد در رنجِ خود پرستی

بل کہ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ تصوّف کے مسائل کی اصل روح کو صاف صاف بیان کیا جائے۔" (مقاماتِ زوّاریہ، ص:۸۴ تا ۸۷)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے سفرِ حج کی داستان کچھ یوں سناتے ہیں:

"سہ شنبہ ۴ر شوال المکرّم ۱۳۷۲ھ (۱۶ رویں جون ۱۹۵۳ء) کو پونے گیارہ بجے شب (شبِ چہار شنبہ) کو ہم لوگ کراچی سے مغل لائن کے جہاز مظفری سے روانہ ہوئے۔ بڑے بھائی حاجی نذیر احمد خاں صاحب، بڑی بھاوج صاحبہ اور حمیدن بائی (بھانجی) کے ساتھ یہ عاجز اور اہلیہ (قمر بیگم، م ۱۹۹۱ء) بھی تھیں۔ حضرت شاہ زوّار حسین صاحب مدظلہ، ان کی اہلیہ صاحبہ، صوفی محمد احمد صاحب، ان کی اہلیہ صاحبہ، ان کے والد صاحب اور ان کا چھوٹا بھائی ذوالفقار احمد، صدّیقن صاحبہ اور ثروت النساء صاحبہ وغیرہ ساتھ تھیں۔ بدھ ۱۲ رویں شوال المکرّم (۲۴ رویں جون ۱۹۵۳ء) کو علی الصباح جدّہ پہنچے۔

وہاں سے بسوں میں بیٹھ کر ہم لوگ مدینۃ الحجاج (حاجی کیمپ) پہنچے اور وہاں کمرا نمبر ۲۷ میں قیام کیا۔ جمعرات کو آٹھ آنے فی کس موٹر کار میں دے کر حضرت حوّا علیہا السلام کے مزارِ مقدس کی زیارت کی۔ دوسرے دن یعنی جمعہ ۱۴ رویں شوال (۲۶ رویں جون) کو علی الصباح بھائی صاحب، بھاوج صاحبہ اور حمیدن بائی مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے اور ہم لوگ عصر کے بعد مدینۂ طیبہ کے لیے موٹر میں سوار ہوئے۔ مقررہ تعداد سے دو آدمی زیادہ تھے۔ پولیس نے اجازت نہیں دی کہ موٹر روانہ ہو۔ اس لیے موٹر پولیس کے دفتر سے واپس آ کر پھر اسی مقام پر کھڑی ہوگئی جہاں سے روانہ ہوئی تھی۔ موٹر والوں نے ہم لوگوں سے کہا کہ اتر جاؤ۔ کچھ پریشانی محسوس ہوئی تو میں نے مراقبے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی پریشانی عرض کی۔ بحمد للہ فوراً خاص اجازت مل گئی کہ ان دو شخصوں کو بس سے نہ اتارا جائے۔ چناں چہ ہم لوگ جمعے کو مغرب سے کچھ پہلے جدہ سے روانہ ہوئے۔ رابق تک راستہ پختہ ہے اس کے بعد کچا، پتھریلا یا ریگستانی راستہ ہے۔ شنبے کو دوپہر کے وقت موٹر کا ایک ٹائر پھٹ گیا۔ کچھ دیر کے بعد درست ہوا اور ہم لوگ منزل بہ منزل ٹھیرتے ہوئے شنبہ کی رات ذوالحلیفہ عشاء کے وقت پہنچے اور رات کو وہیں قیام کیا۔ پھر یک شنبہ ۱۶ رویں شوال کو فجر کی نماز کے بعد صرف تین میل کی مسافت طے کر کے دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے۔ دُور سے گنبدِ خضریٰ نظر آیا تو میں موٹر کے اندر ہی کھڑا ہوگیا۔ آنکھوں نے بھی ارمان نکالنا شروع کیا۔ مدینۂ طیبہ کے معلّم ہر شہر اور صوبے کے لیے الگ الگ ہیں۔ جبل پور والوں کے لیے حمزہ تھے لیکن اُن کا انتقال ہو چکا ہے اس لیے

ان کے بھائی علی ابوالجود انصاری جبل پور والوں کے معلم ہیں لیکن ہم لوگ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ مولانا عبدالغفور صاحب کے دولت کدے پر ٹھیر گئے اور ظہر کے وقت روضۂ اقدس پر سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ دو شنبہ ۱۸رویں شوال (۲۹رویں جون) کو مغرب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم (روحی فداہ) اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی بحمد للہ مراقبے میں زیارت نصیب ہوئی۔ اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے۔ چہار شنبہ ۲۰رویں شوال (یکم جولائی) کو مغرب سے پہلے مراقبے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت نصیب ہوئی۔ تھوڑی دیر میں حضرت دائی حلیمہ تشریف لائیں تو سب بزرگوں نے ان کی تعظیم کی اور وہ درمیان بیٹھ گئیں۔ بڑی رقت ہوئی اور بہت لطف آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص شفقت فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو استغنائے کمال حاصل ہے اور انھیں سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے کچھ اور پروا نہیں ہے۔ عجیب شان ہے۔ پنج شنبہ ۲۱رویں شوال (۲رجولائی) کو فجر کے بعد جنت البقیع کی زیارت نصیب ہوئی۔ تمام مزارات ڈھادیے گئے ہیں۔ بڑا قلق ہوا۔ جمعہ ۲۲رویں شوال کو مراقبے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علاحدہ، ایک گوشے میں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دیکھا۔ الحمد للہ! شنبہ ۲۳رویں

شوّال کو نمازِ فجر کے بعد مسجدِ قبا، مزارِ اقدس حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ و شہدائے احدؓ، مسجد قبلتین، مسجدِ فتح وغیرہ مقامات کی زیارت کی۔ رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص شفقت رہی۔ الحمدللہ! یک شنبہ ۲۴ رویں شوّال (۵ رویں جولائی) کو نمازِ فجر کے بعد جنت البقیع کی پھر زیارت کی اور خصوصاً سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ وہیں حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ شام کو مغرب سے پہلے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ پھر جنگِ احد میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صف آرائی دکھائی گئی۔ بڑی رقّت رہی اور پھر بہت زیادہ فرحت نصیب ہوئی۔ اللہ پاک کا لاکھ شکر اور احسان ہے۔ پنج شنبہ ۲۸ رویں شوال (۹ رجولائی) تہجد اور فجر کے درمیان ام المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی بہ عہدِ طفلی زیارت نصیب ہوئی۔ سبز لمبا کرتہ زیب تن تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دو مرتبہ سنہرے حلّے میں دیکھا۔ شام کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اِس ذرۂ بے مقدار کو نوازا۔ الحمدللہ۔ جمعہ ۲۹ رشوال کو فجر کے بعد اہلیہ کے ساتھ جنت البقیع کی زیارت کی اور دوسرے قریب کے مقدس مقامات پھر دیکھے۔ قبلِ نماز جمعہ، قبلِ مغرب اور قبلِ عشاء حضور اکرم سرورِ کائنات (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پھر شرف بخشا۔ الحمدللہ۔ یک شنبہ کو بعدِ ظہر حضرت ابو ایوّب انصاری رضی اللہ عنہ کے دولت کدے پر چوتھی بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کی زیارت کی جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ احد کے موقع

پر حضرت سعد ابنِ وقاص رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرما کر اس طرح فرمایا تھا، **ارم یا سعد فداك ابی و امّی** (صحیح بخاری)۔ یہ کمان ایک بڑے صندوق میں رکھی ہوئی ہے جو سلطان عبدالمجید خاں مرحوم نے تیار کرایا تھا اور اسی کے اندر یہ حدیث درج ہے۔ اسی صندوق میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تالا (لکڑی کا) رکھا ہوا ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قرآن پاک کی نقل بھی ہے۔ دوشنبہ ۲ رذی قعدہ (۱۳ رویں جولائی) کو فجر کی نماز کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ حضرت عبداللہ کے مزار کی زیارت کی۔ قریب ہی دوسری گلی میں حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت نصیب ہوئی۔ پھر حضرت سیّدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مسجدیں اور مسجد الغمامہ (جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عید ادا فرماتے تھے) دیکھیں۔ الحمدللہ۔ چہار شنبہ ۴ رذی قعدہ کو فجر کے بعد مسجدِ سجدہ (ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی مسجد)، مسجد الاجابہ، مسجدِ مائدہ وغیرہ میں نفلیں پڑھیں اور واپسی میں جنت البقیع کے پیچھے حضرت فاطمہ (حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی والدہ) اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (راویٔ احادیث) کے مزارات پر حاضری دی۔ حضرت عکاش رضی اللہ عنہ کا مزار بھی ایک مکان میں ہے اور قابلِ زیارت ہے۔ پنج شنبہ ۵ رویں ذی قعدہ کو کوہِ احد کی طرف، فجر کے بعد پیدل روانہ ہوئے اور راستے کی کئی مقدس مسجدوں میں نفلیں پڑھیں۔ پھر اُحد کے اُس مقام تک گئے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہوا تھا۔ وہاں پولیس والے جانے نہیں دیتے تھے۔ مغرب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی زیارت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ۔ شنبہ ۷رویں ذی قعدہ (۱۸رویں جولائی) کو مغرب کی نماز کے بعد مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے اور رات بھر موٹر میں سفر کرتے رہے۔ صبح رابق پہنچے اور دن بھر قانون کے مطابق سفر سے احتراز کیا۔ پھر عمر کے قریب روانہ ہو کر مغرب کے بعد اور عشاء سے پہلے جدّہ پہنچے اور بغیر قیام کیے رات کو مکہ معظمہ پہنچے۔ پیر کو صبح طواف اور عمرہ ادا کیا۔ صفا اور مروہ بھی ہو آئے اور دن میں حرم شریف کئی مرتبہ جانے کا موقع نصیب ہوا۔ الحمدللہ۔ مدینہ طیبہ سے واپسی پر مکہ معظمہ میں طواف اور نماز کے ادا کرنے کا موقع نصیب ہوتا ہے لیکن مدینہ طیبہ کی برکات دوسری نوعیت کی ہیں، ہائے مدینہ!۔ مکہ معظمہ میں طواف کے بعد ملتزم پر دو مرتبہ دعا کی کہ اللہ پاک، میری سب سے بڑی اور خاص دعا یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں اور کروڑوں درود وسلام بھیج۔ اس دعا پر زمین سے آسمان تک جنت کے مناظر آنے لگے۔ اللہ اکبر! الحمدللہ۔ پھر یہ سعادت بارہا نصیب ہوئی۔ ہندوستان اور پاکستان کے بعض بڑے بڑے اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مزارات پر حاضر ہونے سے انوار و تجلیات کی وجہ سے دل بے قابو ہو جاتا تھا اور کبھی کبھی عجیب حالت ہو جاتی تھی۔ اس لیے خیال تھا کہ مدینہ طیبہ میں مزارِ اقدس کے سامنے میرا انتقال ہو جائے گا لیکن وہاں عجیب قسم کی تسکین اور طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ دل میں اگر جوش زیادہ بھی ہو جاتا ہے تو فوراً تسکین کی

فراوانی سے جوش ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔ سہ شنبہ ۸رویں ذی الحجہ (۱۸رویں اگست ۱۹۵۳ء) کو صبح منیٰ سے روانہ ہوئے اور چہار شنبہ ۹رذی الحجہ کو عرفات میں حج ادا کیا۔ الحمدللہ۔" (تاریخ اسلاف ص:۳۶ تا ۴۴)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"سبق شانزدہم: نیت: سالک اس مراقبے میں آیۂ کریمہ وھو معکم اینما کنتم (یعنی وہ ہر جگہ تمھارے ساتھ ہے) کے معنی کا خیال کر کے خلوصِ دل اور زبانِ خیال سے یہ تصوّر کرے۔"اس ذاتِ پاک سے جو میرے ساتھ اور کائنات کے ہر ذرّے کے ساتھ ہے جس کی صحیح کیفیت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے میرے لطیفۂ قلب پر فیض آرہا ہے۔ فیض کا منشاء ومبداء ولایتِ صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیائے عظام کی ولایت اور اسماء وصفاتِ مقدسۂ الٰہی کا ظل ہے۔" اثرات: اس مرتبے میں فناءِ قلبی حاصل ہوتی ہے اور دائرہ امکان کے باقی اثرات کی تکمیل ہوا کرتی ہے۔ اس مقامِ میں تجلیاتِ افعالیۂ الٰہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے۔ توحیدِ وجودی وذوق وشوق وآہ ونالہ واستغراق وبے خودی اور دوامِ حضور ونسیانِ ماسواء جس کو فنائے قلب بھی کہتے ہیں، حاصل ہوجاتا ہے۔ اس مقام میں ذکر تہلیلِ لسانی توجّہ قلبی کے ساتھ کرنا بہت فائدہ بخشتا ہے اور توجہ فوق سے ہٹ کر شش جہات کا احاطہ کر لیتی ہے۔ پس جب لوحِ دل سے ماسویٰ کا خیال مٹ جائے اور توجّہ الی اللہ میں اس قدر محویت واستغراق ہوجائے کہ تکلّف سے بھی غیر کا خیال پیدا کرنا دشوار ہوجائے اور تمام دنیوی تعلقات کا رشتہ دل سے ٹوٹ جائے تو فنائے قلبی حاصل ہوجاتی ہے جو کہ ولایت کا پہلا قدم ہے اور باقی

کمالات کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے۔"

عمدۃ السلوک، (حصہ دوّم) ص:۲۸۹

اس مقام پر حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضراتِ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا سلوک یہیں تک ہے۔ اس سے آگے کے اسباق بالتفصیل حضرتِ حق جلّ مجدہٗ کی جناب سے حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کو مرحمت ہوئے ہیں جن کی تفصیل آگے درج ہے۔ اس مقام کی تکمیل پر اکثر مشائخِ کرامؒ سالک کو طریقہ سکھانے کی اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں اور وہ اسی تبلیغ کے ضمن میں باقی سلوک کی تکمیل بھی کرتا رہتا ہے۔ واضح رہے کہ خدا تعالیٰ کی یاد کے سوا سب چیزوں کو بھولنا لطیفۂ قلب کی فنا ہے اور دوامِ حضور یعنی اس یاد میں دائمی طور پر ثابت قدم رہنا کہ کسی وقت بھی غافل نہ ہو لطیفۂ قلب کی بقا کہلاتی ہے۔ اس کو دائرۂ ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں اور حصولِ بقا کے بعد سالک حقیقت میں داخل ہوتا ہے۔"

عمدۃ السلوک (حصہ دوّم) ص:۲۸۹-۲۹۰

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں علیہ الرحمہ کے نام مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے باطنی احوال معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ فنائیت کا غلبہ ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ آپ کو اگلے سبق کی اجازت ہے۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۴۱)

اسی طرح ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

"آپ کے باطنی احوال فنائے قلبی و فنائے نفسی کی طرف رہ نمائی کرتے ہیں اور محمود ہیں۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۴۷)

ڈاکٹر صاحب تصوّف سے متعلق بہت سے امور بھی شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے

معلوم کرتے ہیں۔ ایک مقام پر بیان فرماتے ہیں:

''کلیاتِ باقی باللہؒ میں ایک واقعہ درج ہے کہ ایک مریدہ کو آپ نے مراقبہ کرانے کی اجازت دی تھی۔''

مکتوباتِ غلام مصطفٰے خاں (جلد اوّل)، ص: ۳۳۱

سلسلۂ نقش بندیہ میں خواتین کی روحانی تربیت کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے مقالے''شہزادی زیب النساء کے نام چند غیر مطبوعہ خطوط'' (نقوش شمارہ ۱۰۵، ۱۹۶۶ء، ص: ۷۰تا ۷۵) پر سرسری نگاہ ڈالنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرتِ مجدّد قدس سرہٗ کی اصلاحی تحریک مردوں کی ذہنی وروحی تربیت کے علاوہ خواتین میں فکری انقلاب برپا کرنے کی بھی محرک ثابت ہوئی۔

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ شیخِ سلسلہ کے لیے تحریر فرماتے ہیں:

''جب عورت کو مرید کرے تو اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے بل کہ عورتوں کو دُور پردے کے ساتھ بٹھا کر اپنے عمامے یا چادر یا رومال وغیرہ کا پلّو اس کو ہاتھوں میں تھامنے کے لیے کہے یا ویسے ہی مردوں کی طرح تلقین وتوبہ و استغفار وغیرہ کرائے اور عورتوں کی تلقین میں عورتوں سے متعلق ضروری اور موقع کے مناسب مسائل مثلاً جھوٹ، غیبت، چوری، زنا، قتلِ اولاد اور نافرمانی شوہر سے بچنے اور زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنے کی تاکید کرے۔ مردوں اور عورتوں کو ایک جگہ جمع کر کے بیعت نہ کرے۔ اس بات کا بڑی سختی سے پابند رہے کہ تنہائی میں عورتوں کو بیعت نہ کرے بل کہ جب کوئی عورت بیعت ہونے لگے تو اس وقت اس کے کسی محرم کو پاس کھڑا کر لے تا کہ فتنے سے محفوظ رہے۔'' عمدۃ السلوک (حصہ دوم) ص: ۲۷۸

شاہ صاحب علیہ الرحمہ ڈاکٹر صاحبؒ کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''آپ نے جو خواب تحریر فرمایا ہے، ماشاء اللہ بہت محمود و مبارک ہے اور ان شاء اللہ آپ کے ذریعے سے بہت سے بندگانِ خدا علومِ ظاہری و باطنی کا فیض حاصل کریں گے۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۴۹)

ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

''آپ کے احوالِ باطنی کی کیفیت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ دلائل الخیرات جس روز ناغہ ہو جایا کرے دوسرے روز اس منزل کو بھی پڑھ لیا کریں۔ اس کے علاوہ درود شریف کی کثرت کریں خواہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہی ہو۔ وضو سے ہونا بہتر و افضل ہے اور بے وضو بھی جائز اور نہ کرنے سے بہتر ہے۔ ناپاک جگہ البتہ پرہیز کریں۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۵۱)

''دلائل الخیرات'' امام محمد المہدی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب ہے جس میں انھوں نے احادیث میں مروی درود یک جا کر دیے ہیں۔ اس کے بہت فضائل ہیں جو کتبِ سلف صالحین میں درج ہیں۔ سلسلۂ نقشبندیہ عالیہ میں گیارھویں سبق سے ''دلائل الخیرات'' پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ مصنّف نے اسے آٹھ اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔ ہر روز ایک جز پڑھا جاتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ ڈاکٹر صاحبؒ کے نام لکھتے ہیں:

''اسباق کی کیفیات معلوم ہو کر مسرت و اطمینان ہوا۔ اللّٰھم زد فزد۔ مشاربات میں جہاں بھی طبیعت گم ہو جائے اور محویت غالب آ جائے تو باقی ماندہ اسباق پھر کسی دوسرے وقت کر لیا کریں۔ غرض تمام اسباق کا اعادہ ہوتے رہنا چاہیے۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۶۴)

ڈاکٹر صاحبؒ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''۱۹۵۳ء میں حج سے واپسی کے بعد غالباً اکتوبر میں ہندوستان گیا اور سیونی ہوتا ہوا دہلی پہنچا۔ وہاں اُس زمانے میں بھی ۱۹۴۷ء کے ہندو مسلم فسادات کے اثرات باقی تھے۔ مسلمان اس وقت بھی سہمے ہوئے تھے۔ دہلی میں لال کنواں میں ہمدرد دواخانے کے سامنے نیو صدر ہوٹل میں ٹھیرا اور سامان ہوٹل کے کمرے میں رکھ دیا۔ پھر اس خیال سے کہ وہاں کے ہندوؤں کو مسلمانوں سے اور مسلمانوں کی ترکی ٹوپی سے نفرت ہے تو میں نے اپنی ترکی ٹوپی وہیں ہوٹل کے کمرے میں رکھ دی اور سفید پتلی ٹوپی لگا کر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ وہاں مراقب ہوا ہی تھا کہ انھوں نے فرمایا: چرا آن کلاہِ تتاری نہ پوشیدی؟۔ اس سوال کا جواب سوائے ندامت اور شرم کے کیا ہوسکتا تھا۔ میں خاموش ہوگیا اور شرمندگی سے سر جھکالیا۔ پھر مراقبے سے فارغ ہوکر ہوٹل پہنچا اور پہلا کام یہ کیا کہ ترکی ٹوپی پہنی اور اسی ٹوپی کو لگائے ہوئے دہلی کے تمام مشاہیر اولیائے کرام رحمہم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ کو دیکھا کہ وہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رخ کیے ہوئے ایک شعر پڑھ رہے تھے:

ع   تو شمعِ بزمِ انسانی، تو نور العینی اے جانی

ایک مرتبہ پھر اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ فنا فی الشیخ کے اعلیٰ مقام پر مولانا رومؒ کے بعد آپ ہی کو دیکھا ہے تو جوشِ محبت سے آپ کا حسین تُرک چہرہ تمتمانے لگا۔ حضرت نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ جو وہیں

پیچھے نالے کے پرے آرام فرما ہیں، بڑی شفقت سے پیش آئے۔ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاہ ابوسعید علیہ الرحمہ کا ایک فارسی رسالہ ہدایت الطالبین ہے وہ اردو ترجمے کے ساتھ شائع کردو۔" (فضلِ کبیر، ص: ۴۰ تا ۴۲)

ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ نے غالباً اس سلسلے میں حضرت شاہ صاحبؒ سے رجوع کیا ہوگا۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ جواباً تحریر فرماتے ہیں"ہدایۃ الطالبین مصنفہ حضرت شاہ ابو سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس عاجز کے پاس تو نہیں ہے۔ اس عاجز نے اُس کے اقتباسات دوسری کتابوں میں دیکھے ہیں۔ واقعی نہایت مفید ہے اور اس کا طبع ہونا نہایت مناسب اور ضروری ہے۔ شاید پہلے شروع میں طبع ہوئی ہو مگر آج کل نایاب ہے لیکن اس عاجز کا خیال ہے کہ محض اصل (فارسی) طبع ہونے سے لوگ زیادہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے اگر اصل مع اردو ترجمہ (دو کالم کر کے) طبع کرائی جائے تو زیادہ مفید و انفع ہوگی۔"

(مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۱۳۷)

بعد ازاں ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں: "ہدایت الطالبین" کی نقل کی تکمیل اور ترجمہ شروع ہونے کا حال معلوم ہوا۔ اللہ پاک جلد طبع کی توفیق و تکمیل نصیب فرمادے۔ آمین۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۱۵۸)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ "ولایتِ کبریٰ" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ کمالِ فنا ولایتِ کبریٰ میں حاصل ہوتا ہے۔ ولایتِ کبریٰ سے مراد فنائے نفس اور رزائل سے اس کا تزکیہ اور انانیت و سرکشی کا زائل ہو جانا ہے اور اس کو دائرہ اسماء و صفات و شیونات بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اس میں تجلیاتِ خمسہ (افعالیہ، ثبوتیہ، شیونِ ذاتیہ، سلبیہ، شانِ جامع) کے

اصول میں سیر واقع ہوتی ہے۔ دائرہ ولایتِ کبریٰ تین دائروں اور ایک قوس (نصف دائرہ) پر مشتمل ہے۔'' (عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ۲۹۰)

اس کے بعد شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

سبقِ ہفدہم، دائرۂ اولیٰ، نیت: سالک اس مراقبے میں آیۂ کریمہ نحن اقرب الیه من حبل الورید کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو میری رگِ جاں سے بھی زیادہ میرے قریب ہے اور اس قرب کی حقیقت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے میرے لطیفۂ نفس اور عالمِ امر کے پانچوں لطائف پر فیض آ رہا ہے، فیض کا منشاء و مبدأ ولایتِ کبریٰ کا دائرہ اولیٰ ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور ولایتِ صغریٰ کے دائرہ کی اصل ہے۔'' اس دائرۂ اولیٰ کا نصفِ اسفل اسماء وصفاتِ زائدہ پر اور نصفِ عالی شیونات ذاتیہ پر مشتمل ہے، انسان کی جان صفاتِ الٰہیہ کا ظل ہے اور ظل اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے اس لیے اصل ظل سے وجودِ مخلوق کے زیادہ قریب ہے اور اقربیت و معیّت کا معاملہ عقل کی حدود سے باہر اور کامل انکشاف پر موقوف ہے۔

سبق ہژدہم، دائرہ ثانیہ، نیت: سالک اس مراقبے میں آیۂ کریمہ یحبهم و یحبونه کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اُس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفۂ نفس پر فیض آ رہا ہے، فیض کا منشاء و مبدأ ولایتِ کبریٰ کا دائرہ ثانیہ ہے جو انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ اولیٰ کی اصل ہے۔''

سبق نوزدہم، دائرہ ثالثہ: نیت: سالک اس مراقبے میں آیۂ کریمہ یحبهم

و یحبونہ کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفۂ نفس پر فیض آرہا ہے، فیض کا منشاء و مبدأ ولایتِ کبریٰ کا دائرۂ ثالیہ ہے جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرۂ ثانیہ کی اصل ہے۔"

(عمدۃ السلوک، حصّہ دوّم، ص:۲۹۰، ۲۹۱)

اس کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیسویں سبق کی تفصیل کچھ یوں بیان کی ہے:

سبق بستم، قوس: نیت: سالک اس مراقبے میں بھی آیۂ کریمہ یحبھم و یحبونہ کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفۂ نفس پر فیض آرہا ہے، فیض کا منشاء و مبدأ ولایتِ کبریٰ کی قوس ہے جو انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ ثالثہ کی اصل ہے۔" پس دوسرے دائرے میں پہلے دائرے کی اصل میں سیر واقع ہوگی اور تیسرے دائرے میں اس اصل کی اصل میں اور قوس میں اصلِ اصل کی اصل میں سیر واقع ہوگی، یہ اصولِ ثلاثہ حضرتِ ذات میں اعتبارات ہیں جو کہ صفات و شیونات کے مبادی ہیں۔

ہرسہ دائرہ اور قوس کے اثرات: نظرِ کشفی میں ان تینوں دائروں اور قوس کے حصول میں امتیاز و فرق، ضعف و قوّت میں کثرت و قلّتِ انوار ہے اور نسبتِ فوق نیچے والی نسبت سے زیادہ بے رنگ ہوتی ہے یعنی اس طرح پر کہ پہلے دائرۂ اقربیت میں آگے کے ڈھائی دائروں سے زیادہ قوّت اور انوار کی کثرت رہے، دوسرے دائرے میں اس سے کم اور ضعیف، اور تیسرے

میں دوسرے سے کم اور ضعیف، اور قوس میں اس سے کم اور ضعیف، بعض کشف والی طبیعتوں پر ہر دائرہ سورج کی ٹکیا کی مانند منوّر ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر یہ دائرہ منکشف ہوتا ہے اُسی قدر نور کی چمک ظاہر ہوتی اور بڑھتی رہتی ہے اور جتنا دائرہ طے ہونے سے باقی رہتا ہے آفتاب کے کسوف (گرہن) کی مانند نظر آتا ہے اور اس مقام میں نفس کو استہلاک و اضمحلال ہوتا ہے۔ ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جس طرح کہ دھوپ میں برف پگھلتی ہے یا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے اور عین اور اثر زائل ہو جاتے ہیں اور وجود کا نام ونشان باقی نہیں رہتا یعنی سالک اپنے وجود کو حضرتِ حق جلّ مجدہٗ کے وجود کا پرتو اور اپنے وجود کے توابع کو حق جلّ مجدہٗ کے وجود کے پرتو کے توابع جانتا ہے (اور یہ محو و اضمحلال نظری ہے یعنی سالک کا وجود و تعین اس کی نظر سے جاتا رہتا ہے حقیقت اور نفس الامر میں محو نہیں ہوتا) نفس کی انانیت اور سرکشی ٹوٹ جاتی ہے اور صفاتِ رذیلہ حسد، بخل، حرص، کینہ، تکبّر، بڑائی حبِّ جاہ وغیرہ سے اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے، صبر و شکر، رضا بر حکم قضا، ورع، تقویٰ و زہد وغیرہ صفاتِ حمیدہ پیدا ہو جاتی ہیں، فیضِ باطن کا معاملہ جو پہلے دماغ سے تعلق رکھتا تھا اب سینے سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اس وقت شرحِ صدر حاصل ہوتا ہے اور حسبِ استعداد سینے میں اس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ سیرِ قلبی میں بھی وسعتِ قلب بہت ہوتی ہے لیکن فقط قلب تک محدود ہوتی ہے اور وسعتِ صدر تمام سینے میں خصوصاً لطیفۂ اخفیٰ میں ہوتی ہے، احکامِ الٰہی کے ادا کرنے میں بے چون و چرا مشغول ہو جاتا ہے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی، بل کہ استدلالی علم

بدیہی ہو جاتا ہے، مواعیدِ الٰہی پر کامل یقین ہو جاتا ہے، نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے، توحید شہودی جلوہ گر ہو کر حقیقی اسلام سے مشرّف ہو جاتا ہے یعنی حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عظمت و کبریائی سالک کے سامنے جلوہ گر ہو کر باطن پر ہیبتِ الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تمام احوال میں راضی برضائے الٰہی رہتا ہے اور اپنی نیتوں کو قصور وار دیکھتا ہے اور اپنے عملوں کو ناقص جانتا ہے۔ ان دائروں اور قوس کے مراقبات کے زمانے میں ذکر تہلیلِ لسانی معنی و دیگر شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے کرنا ترقی بخشتا ہے۔ اسماء وصفات کے ظلال (جو کہ انبیاء و ملائکہ کرام علیہم السلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادئ تعینات ہیں) کی سیر کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں اور اس میں توحیدِ وجودی و ذوق وشوق دوامِ حضور ونسیانِ ماسوا وغیرہ کی صورت حاصل ہوتی ہے جس کو فنائے قلب کہتے ہیں۔ ولایت کبریٰ میں اسماء وصفات وشیونات الٰہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مبادئ تعینات ہیں اور اس میں فنا کی حقیقت حاصل ہوتی ہے جس کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ ولایتِ صغریٰ اور ولایتِ کبریٰ کی سیر اسم الظاہر میں ہوتی ہے اسی لیے اس کو اسم الظاہر کا سلوک کہتے ہیں اور یہ مراقبہ اسم الظاہر پر ختم ہوتا ہے۔" عمدۃ السلوک (حصہ دوّم) ص: ۲۹۱، ۲۹۲

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں علیہ الرحمہ کے نام ایک خط میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"یہ عاجز آپ کی مزید ترقّیات کے لیے دعا گو رہتا ہے۔ آپ نے کشف کے جو حالات تحریر فرمائے ہیں اچانک ان کا پیش آجانا تو کوئی مضائقہ نہیں رکھتا لیکن اپنی طرف سے اس میں مشغول ہونا نہیں چاہیے اور حتی الامکان

ان رازوں کو پردۂ اخفا میں رکھنا ہی ضروری ہے۔ ہاں، جہاں اظہار میں اپنا یا کسی کا دینی یا دنیوی فائدہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے انعام کا اظہار کرنے کے لیے پردے کے الفاظ میں کہہ دینا چاہیے تا کہ کسی کو یہ خیال نہ ہو کہ یہ اس نے کوئی کشف وغیرہ بیان کیا ہے اور نفس وشیطان کو بھی اس کا موقع نہ ملے کہ وہ کوئی شرارت کرسکیں۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۶۷، ۶۸)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"مبشّراتِ مندرجہ سے آگاہی ہوکر بہت زیادہ مسرّت وانبساط حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضورِ انور صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشفاق وعنایاتِ بے غایت سے آپ کو اور ہم سب کو روز وشب، دونوں جہاں میں نوازتا رہے۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۶۹)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ تعبیرِ خواب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"خوابات کا حال (اور ان کی تعبیر جو آپ نے لی ہے، کے متعلق) معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سمجھ کو دین ودنیا میں زیادہ کرے۔ انسان کے لیے یہی مناسب ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنے تئیں پُر تقصیرات جانے اور توبہ واستغفار سے زبان کو تر رکھے۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش
عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ بہ سزا وارِ خداوندیش
کس نتواند کہ بجا آورد" ایضاً ص: ۱۷

اٹھارویں سبق "دائرۂ ثانیہ" کی تکمیل پر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرماتے ہیں:

"احوالِ باطنی اور سبق کے حالات معلوم ہوکر تسلی و اطمینان ہوا۔ اللّٰہم زد فزد۔ آپ کو اگلے سبق یعنی دائرۂ ثالثہ کی اجازت ہے۔ حسبِ ترکیب اس کو بھی شروع کردیں اور حالاتِ پیش آمدہ اَور امورِ دریافت طلب تحریر فرماتے رہیں۔ ان شاء اللہ العزیز مزید ترقی اور فنا و بقائے حقیقی کے مزید مدارج حاصل ہوں گے۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۷۲)

انیسویں سبق کی تکمیل پر حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کشفِ احوال دائرۂ ثالثہ ولایتِ کبریٰ پڑھ کر بہت مسرّت وخوشی ہوئی۔ ابھی اور مزید کریں۔ ان شاء اللہ العزیز مزید ترقی حاصل ہوگی۔ علمائے ظواہر جو تصوّف کا علم و ذوق نہیں رکھتے ان کی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہیے اور نہ ان کی باتوں سے کوئی اثر لینا چاہیے۔ وہ اس معاملے میں معذور ہیں کیوں کہ انھوں نے اس چاشنی کو چکھا ہوا نہیں ہے:

ع ذوقِ ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی

ہر سلسلے کے تمام اسباق کی اصل شریعتِ مقدّسہ اور قرآن و حدیث ہی ہے، ہرگز اُس سے سرِ مو تجاوز نہیں ہے۔ فرق اس فن کی تکمیل و ترقی کا ہے۔ پس ہر فن نے اسی طرح ترقی و تکمیل پائی ہے۔ جو نحو سیبویہ یا خلیل کے زمانے میں تھا آج بھی وہی ہے مگر مختلف فکروں نے مل کر اس کی تکمیل و تحسین میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے طرق و اسباق بے حد ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کی تعلیم و تکمیل کراتا رہتا ہے اگرچہ منکر لوگوں کو بُرا ہی گزرے۔ ہاں، شریعتِ مقدّسہ کے اصول ان کی حدود ہیں کہ وہ طرق ان حدود سے متجاوز نہ ہوں۔ واللہ اعلم۔ تفصیل کتبِ فن میں

مذکورہ ہے۔ مراقبے میں حضرت امیر کلالؒ کی زیارت اور اُن کی طرف سے تعلیم و تسکین حاصل ہونا مبارک ہو۔ حاصل صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔''

(مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۸۱)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ تربیّت کے طور پر اپنے خطوط میں ضروری ہدایات بھی دیتے ہیں:

''محمود علی صاحب کا خط آیا ہے۔ لطیفۂ نفس انھوں نے خود ہی اپنی مرضی سے شروع کر دیا ہے۔ پانچ لطیفے، وہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے دیے تھے، چھٹا لطیفۂ نفس خود انھوں نے شروع کر دیا ہے۔ آپ ان کو لکھ دیں کہ یہ طریقے کے خلاف ہے۔ اپنی مرضی سے آگے اسباق کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اسباق کی زیادتی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ صحیح طور پر کیا ہوا ایک ہی سبق کافی ہے۔ اس لیے جس طرح بتایا ہے اسی کی پابندی کریں، اپنی مرضی سے آگے نہ چلیں۔ اس میں خطرہ ہے۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۸۶)

''سیونی میں حلقہ کرانے کے لیے اس عاجز کے نزدیک جناب حاجی کشف الدّجیٰ خاں صاحب ہی موزوں ہیں کیوں کہ حکیم اعجاز محمد خاں کی ڈاڑھی حدودِ شرعی سے کم ہے۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۱۳۴)

ڈاکٹر صاحب کو بیعت کرنے اور قلب پر توجہ دینے کی ہدایت کچھ یوں فرماتے ہیں:

''جناب محمد اسلم صاحب، ایم اے کے بارے میں داخلِ سلسلہ ہونے کا ارادہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے، آپ ان کو داخلِ سلسلہ کر لیتے اور دعا وغیرہ پڑھا کر ذکر بتلا دیتے۔ بہرحال، اب اجازت ہے کہ آپ اُن کو دعا وغیرہ پڑھا کر ذکر تلقین کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے داخلِ سلسلہ فرمالیں۔

آپ مل کر حلقہ کرادیا کریں اور ان کے قلب پر توجہ بھی فرمائیں۔"

مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۱۱۶، ۱۱۷ (مورخہ ۱۴ را پریل ۱۹۵۶ء)

شاہ صاحب علیہ الرحمہ ایک خط میں ڈاکٹر صاحبؒ کے نام لکھتے ہیں:

"حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور گلے لگانا مبارک ہے اور علمِ باطنی کی کشائش کا مظہر ہے۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۹۹)

نیز یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

"جنت الفردوس کا دیکھنا اس عاجز کے نزدیک اس کی مثالی صورت ہے۔ واللہ اعلم۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۹۶)

بیسویں سبق سے متعلق حضرت زوّار حسین شاہؒ ڈاکٹر صاحبؒ سے فرماتے ہیں:

"گرامی نامہ موصول ہوکر کاشفِ احوال ہوا۔ سبق بیستم کے اثرات و کیفیات معلوم ہوکر مسرّت وخوشی حاصل ہوئی۔ اللّٰہم زد فزد۔"

(مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۹۱)

اس کے بعد اکیسویں سبق "مراقبۂ اسم الظاہر" کی تفصیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

"سبقِ بست ویکم، مراقبۂ اسم الظاہر، نیت: اس ذات سے جو اسم الظاہر کا مسمّیٰ ہے میرے لطیفۂ نفس اور عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں پر فیض آرہا ہے۔" یہ نیت کر کے بدستور فیض اخذ کرے اثرات: اس مراقبے میں زیادہ فیض لطیفۂ نفس پر وارد ہوتا ہے اور اس میں انوار سفید مائل بہ سبزی معلوم ہوتے ہیں، ایک قسم کی خنکی وآرام اور استغراقِ کامل کے ساتھ اسرار ومظاہر ہویدا ہوتے ہیں، ولایت کبریٰ کی نسبت باطن میں فراخی اور قوت پیدا

ہوتی ہے اور اسی طرح ہر اوپر کے دائرے میں نیچے والے کی نسبت تقویت اور تکمیل ہوتی رہتی ہے۔ ولایتِ کبریٰ کے محاذات و مقابل میں دائرۂ سیفِ قاطع ہے، جب سالک اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو وہ اپنی ہستی کو کاٹنے والی تلوار کی مانند کاٹ ڈالتا ہے اور اس کا نام ونشان نہیں چھوڑتا۔ یہ دائرہ داخلِ سلوک نہیں بعض کو پیش آتا ہے اور بعض کو نہیں۔ ولایتِ کبریٰ کے دائروں اور مراقبۂ اسم الظاہر میں تہلیلِ لسانی معنی کا خیال رکھتے ہوئے بطریقِ مذکور کرنا بہت فائدہ دیتا ہے۔

ولایت کبریٰ کی تکمیل یعنی مراقبۂ اسم الظاہر کے بعد ملائکہ عظام کے مبادیٔ تعینات میں سیر واقع ہوتی ہے جو ولایتِ علیا کہلاتی ہے اور اس سیر کو اسم الباطن کی سیر کہتے ہیں۔" (عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص: ۲۹۲،۲۹۳)

مفتی محمد مظہر بقا علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب میں ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاںؒ اکیسویں سبق کی کیفیت کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں:

"اسم الظاہر کے سبق میں اس عاجز پر ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ پورے ظاہری وجود پر انوار غالب ہیں۔"

(مکتوباتِ غلام مصطفٰے خاں، حصہ اوّل، ص: ۳۱۸)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"مراقبۂ اسم الظاہر کے حالات اور اعادۂ اسباق اور اُن کی کیفیات و واردات کا حال معلوم ہو کر مسرّت و اطمینان ہوا۔ اللّٰھم زد فزد۔ آپ کے حالات بفضلہٖ تعالیٰ محمود و مبارک ہیں اور مظہرِ ترقی ہیں۔"

(مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۱۲۰)

اگلے سبق کی تفصیل شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یوں بیان فرمائی ہے:

"سبقِ بست ودوم، مراقبۂ اسم الباطن، نیت: اس ذات سے جو اسم الباطن کا مسمّیٰ ہے میرے عناصرِ ثلاثہ (علاوہ عنصر خاک) یعنی آگ، پانی، ہوا پر فیض آرہا ہے، فیض کا منشاء دائرہ ولایتِ علیا ہے جو ملائکہِ عظام کی ولایت ہے۔" یہ نیت کرکے عناصرِ ثلاثہ پر فیض حاصل کرنے کا خیال کرے۔

اثرات: اس مراقبے میں عناصرِ ثلاثہ کو توجہ وحضور وعروج ونزول حاصل ہوتا ہے، باطن کے اندر عجیب وسعت اور ملاءِ اعلیٰ سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ فرشتے ظاہر ہونے لگیں۔ اس مقام میں ذکرِ تہلیلِ لسانی اور نفل طولِ قرأت سے بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے اور رخصت پر عمل کرنا بہتر نہیں بل کہ عزیمت پر عمل کرنے سے ترقی ہوتی ہے کیوں کہ رخصت پر عمل کرنے سے سالک بشریت کی طرف کھنچ جاتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنے سے فرشتوں کی صفت سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ جس قدر فرشتوں کی صفت سے مناسبت بڑھے گی اُسی قدر اس ولایت میں ترقی ہوگی، کبھی یہ دائرہ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اسماء وصفاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس دائرے کو سورج کی شعاعوں کی مانند احاطہ کر لیتی ہیں اور کبھی شعاعوں کے خطوط کے بغیر بھی یہ دائرہ ظاہر ہوتا ہے اور کمال بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور اس میں اسماء وصفاتِ الٰہی اپنے مسمّیٰ کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ اسم الظاہر واسم الباطن کی سیر میں فرق یہ ہے کہ اسم الظاہر کی سیر میں ذات کے ملاحظے کے بغیر محض تجلیاتِ صفاتی ظاہر ہوتی ہیں اور اسم الباطن کی سیر میں اگرچہ اسماء وصفات کی تجلیات بھی وارد ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی ذاتِ تعالت وتقدست بھی مشہود

ہو جاتی ہے۔ اس کے اسرار بہت ہی پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں۔

جب اسمِ ظاہر و باطن کے دو پر سالک کو حاصل ہو گئے تو اب بات آسان ہوئی۔ اس مقام تک سالک کی سیرِ ظلال یا صفات میں تھی۔ اس کے بعد سالک کا معاملہ حضرتِ ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ شروع ہوگا اور اس کی سیرِ تجلی ذاتی دائمی میں واقع ہوگی، تجلی ذاتی دائمی کے تین درجے ثابت کیے گئے ہیں، مرتبۂ اوّل کو کمالاتِ نبوّت، مرتبۂ دوم کو کمالاتِ رسالت، مرتبہ سوّم کو کمالاتِ اولوالعزم کہتے ہیں۔" (عمدۃ السلوک، حصّہ دوّم، ص:۲۹۳)

مفتی محمد مظہر بقا مرحوم و مغفور کے نام اپنے خط میں ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"اسم الباطن کے سبق میں میرے پورے بدن کے اندر انوار سرایت کرتے ہیں۔" (مکتوباتِ غلام مصطفٰے خاں، حصّہ دوّم، ص:۳۱۸)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"مراقبۂ الباطن کا حال معلوم ہو کر مزید مسرّت ہوئی۔ اللّٰھم زد فزد۔ اللہ پاک استقامت بخشے، آمین۔ اسم الظاہر اور اسم الباطن راہِ سلوک طے کرنے کے لیے دو پر ہیں، جیسا کہ حضرت مجدّد صاحب قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات شریف میں اس کی مفصل تشریح کی ہے۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص ۱۳۰)

اگلے سبق کی تفصیل شاہ صاحبؒ نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:

"سبق بست و سوم، مراقبۂ کمالاتِ نبوت، نیت: اس ذاتِ محض سے جو منشاءِ کمالاتِ نبوت ہے میرے لطیفۂ عنصرِ خاک پر فیض آ رہا ہے۔" یہ نیت کر کے تجلی ذاتی دائمی کا فیض بے پردۂ اسماء و صفات حاصل کرے۔

اثرات: اس مقام پر پہلے والے معارف سب مفقود ہوجاتے ہیں اور تمام سابقہ باطنی حالات بے کار اور بُرے معلوم ہونے لگتے ہیں، نسبتِ باطن میں کمال وسعت و بے رنگی و بے کیفی اور یاس وحرمان حاصل ہوتے ہیں، اور ایمانیات وعقائدِ حقہ پر یقین قوی ہوجاتا ہے اور استدلالی علم بدیہی ہوجاتا ہے لاتدرکہ الابصار کے مصداق یافت اور ادراک یہاں نارسائی کی علامت ہے۔ اس مقام کے معارف وحقائق انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں ہیں اور اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اسرارِ مقطعاتِ قرآنی حاصل ہوتے ہیں اور باطن میں اس قدر وسعت ہوجاتی ہے کہ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ وعلیا اس کے سامنے بالکل لاشئ اور محض تنگ معلوم ہوتی ہیں، ان مذکورہ تینوں ولایتوں میں البتہ ایک دوسرے سے مناسبت پائی جاتی ہے اگرچہ وہ صورت وحقیقت کی مناسبت ہوتی ہے لیکن اس مقام میں یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ سابقہ حالاتِ باطن کے مفقود ہوجانے، یاس وناامیدی پیدا ہونے اور اپنے آپ کو قصوروار دیکھنے حتیٰ کہ اپنے آپ کو کافرِ فرنگ سے بھی بدتر جاننے کے باوجود اس کو وصلِ عریانی کی حقیقت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس سے پہلے جو وصل حاصل تھا وہ دائرہ وہم وخیال میں داخل تھا، اس جگہ وصول ہے حصول نہیں ہے اور اس مقام میں رویت کی تشبیہ حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ رویت کا وعدہ آخرت میں ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔ حقیقتِ اطمینان واتباعِ آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو کر احکامِ شرعیہ، اخبارِ غیب، وجودِ حق وصفاتِ حق سبحانہٗ معاملۂ قبر وحشر ونشر ما فیہا و بہشت ودوزخ وغیرہ جن کی مخبرِ صادقؐ نے خبر دی ہے اس مقام میں بدیہی

اور عین الیقین کے درجے پر حاصل ہو جاتے ہیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی اور ثم دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ کا بھید اس مقام پر ظاہر ہوتا ہے اور اس معاملے کی ایسی حقیقت سالک پر ظاہر ہوتی ہے کہ تحریر اور تقریر میں نہیں آسکتی۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے اور متبعین کو انبیاء علیہم السلام کی متابعت و وراثت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے اس مقام پر قرآن مجید کی تلاوت آداب و ترتیل سے اور نمازِ نوافل کی کثرت آداب کی رعایت سے بہت فائدہ اور ترقی بخشتے ہیں، بل کہ یہ چیزیں حقائقِ سبعہ میں بھی جو آگے آئیں گے مفید اور موجب ترقی ہیں۔''

(عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص: ۲۹۳، ۲۹۴)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''سبق بست و چہارم، مراقبۂ کمالاتِ رسالت، نیت: ''اس ذاتِ بحت سے جو کمالاتِ خاص رسالت کا منشا ہے میری ہیئتِ وحدانی (مجموعۂ لطائفِ عالمِ امر و خلق) پر فیض آرہا ہے۔'' یہ نیت کر کے تجلی ذاتی دائمی کا فیض حاصل کرے۔ اثرات: اس مراقبے میں بھی وہی کیفیاتِ مراقبۂ نبوت یعنی بے رنگی و بے کیفی و لطافت وغیرہ مزید ترقی کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں۔ سالک کو حصولِ فنا و تصفیہ و تزکیۂ لطائفِ عشرہ کے بعد عالمِ امر و خلق کے دسوں لطیفوں میں جو اعتدال پیدا ہوتا ہے اس کی ہیئت کو ہیئتِ وحدانی کہتے ہیں، اس مقام پر اور بعد کے تمام مراقبات میں عروج و نزول و انجذاب تمام بدایہ کا حصہ ہے یعنی یہاں سے آخری سبق تک موردِ فیض سالک کی ہیئتِ وحدانی ہے، ان سب مقامات میں تلاوتِ قرآن مجید اور نماز بطولِ قرأت

ترقی بخشی ہے۔'' (عمدۃ السلوک، حصّہ دوّم، ص: ۲۹۴، ۲۹۵)

اس حوالے سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مراقبۂ کمالاتِ نبوّت و کمالاتِ رسالت کے حصولِ فیض کی کیفیات معلوم ہوکر اطمینان ہوا۔ اللّٰہم زد فزد۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۱۵۰)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر صاحبؒ کے نام تحریر فرماتے ہیں:

''مراقبۂ کمالاتِ رسالت کے حالات و واردات معلوم ہوکر مسرّت ہوئی۔ اللّٰہم زد فزد۔ اب آپ کو اگلے سبق (مراقبۂ کمالاتِ اولوالعزم) کی اجازت ہے۔ شروع فرمادیں اور حالاتِ پیش آمدہ سے بدستور مطلع فرماتے رہیں۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۱۵۳)

پچیسویں سبق کی تفصیل شاہ صاحبؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

سبق بست و پنجم، مراقبۂ کمالاتِ اولوالعزم: نیت: ''اس ذاتِ بحت سے جو کمالاتِ اولوالعزم کا منشا ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آرہا ہے۔'' اس نیت سے بطریق مذکور تجلیاتِ ذاتی دائمی کا فیض اخذ کرے۔ اثرات: اس مراقبے میں ہر دو کمالاتِ سابقہ کی مثل فیض کے اثرات مرتّب ہوتے ہیں۔ پس ہر سہ کمالات میں تجلّیٔ ذاتی دائمی کا فیض بے پردۂ اسماء و صفات حاصل ہوتا ہے، نفس کے اندر کمال اضمحلال اور وسعتِ باطن و وصلِ عریان و حضور بے جہت و اتباعِ شریعت و معارف و حقائق کا فیضان ہوتا ہے اور ہر مقام میں پہلے سے زیادہ وسعت و بے رنگی پیدا ہوجاتی اور اسرارِ مقطعاتِ قرآنی اور متشابہاتِ فرقانی کا انکشاف ہوتا ہے جو کسی طرح بیان و تحریر میں نہیں آسکتے اور عاشق و معشوق کے رموز کہ جن کے کہنے اور سننے کی مجال نہیں ہے

اس جگہ حاصل ہوتے ہیں، یہاں تلاوتِ قرآن مجید خاص کر نمازِ نوافل میں طویل قرأت ترقی بخشتی ہے۔

(تنبیہ) اس دائرے سے دائرۂ منصبِ قیومیت نکلتا ہے اور یہ دائرے بھی داخلِ سلوک نہیں۔ اس مرتبۂ منصبِ قیومیّت سے خاص انبیاء علیہم السلام اور امت میں خاص خاص اولیاء مشرف ہوئے ہیں، اس بندۂ خاص پر اسم یا حی یا قیوم کا فیضان نازل ہوتا ہے اور اس کی ذات سے تمام زمین و آسمان کا قیام رہتا ہے، اس کے بعد دو راستے ہیں، مرشد کامل کو اختیار ہے جس راستے سے چاہے آگے چلائے۔ ایک راستہ حقائقِ الٰہیہ کا ہے اور یہ تین دائرے ہیں (۱) حقیقتِ کعبۂ ربانی، (۲) حقیقتِ قرآن مجید، (۳) حقیقتِ صلوٰۃ اور دوسرا حقائقِ انبیاء کا ہے یہ چار دائرے ہیں (۱) حقیقتِ ابراہیمی، (۲) حقیقتِ موسوی، (۳) حقیقتِ محمدیؐ، (۴) حقیقتِ احمدیؐ۔ ان دونوں کو ملا کر حقائقِ سبعہ کہتے ہیں۔ (عمدۃ السلوک، حصّہ دوّم، ص: ۲۹۵، ۲۹۶)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ اس سبق کے حوالے سے ڈاکٹر صاحبؒ کے نام لکھتے ہیں:

''مراقبۂ کمالاتِ اولوالعزم شروع کر دینے اور اس کی کیفیات کے حصول سے بہت مسرّت ہوئی۔ اللّٰھم زد فزد۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۱۳۶)

اگلے سبق کی تفصیل شاہ صاحبؒ نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:

''سبقِ بست و ششم، مراقبۂ حقیقتِ کعبۂ ربانی، نیت: اس ذات واجب الوجود سے جس کو تمام ممکنات سجدہ کرتی ہیں اور جو حقیقتِ کعبۂ ربانی کا منشاء ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔'' یہ نیت کر کے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور تمام ممکنات کا مسجودلہٗ ہونے کا مراقبہ کرے۔ اس مقام

پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی مشہود ہوتی ہے، سالک کے باطن پر ایک قسم کی ہیبت غالب ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو اس شان سے متصف پاتا ہے اور ممکنات کی توجہ اپنی جانب جانتا ہے، جب اس مرتبۂ پاک کی فنا و بقا حاصل ہو جائے تو مراقبۂ حقیقتِ قرآن مجید تلقین کرے۔''

(عمدۃ السّلوک، حصّہ دوّم، ص:۲۹۶)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں علیہ الرحمہ اس سبق کی کیفیات سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''مغرب کی نماز سے فراغت پر جب حلقۂ ذکر و مراقبہ شروع ہوا اور یہ عاجز جب حقیقتِ کعبہ والے سبق پر پہنچا تو سامنے خانۂ کعبہ کا دروازہ نظر آیا اور ملتزم پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ کچھ دوسری خواتین بھی نظر آئیں اور وہ سب مجھ عاجز کو دیکھتی رہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چوں کہ اُمّ المؤمنین ہیں اس لیے چہرۂ مبارک کھلا ہوا تھا لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نقاب میں تھیں۔ تاہم ان کا چہرۂ مبارک کی روشنی جھلک رہی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چہرۂ مبارک گول تھا، سر کے بال بھی گول گول بندھے ہوئے تھے۔ بہت خوب صورت اور تن درست نظر آئیں۔ البتہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چہرۂ مبارک کچھ لمبا نظر آ رہا تھا اور کچھ دبلی نظر آئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کے صدقے میں عاقبت بخیر فرمائے۔'' (فضلِ کبیر، ص:۸۶، ۸۷)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے فرماتے ہیں: ''مراقبۂ حقیقتِ کعبۂ ربّانی کی کیفیات معلوم ہو کر مسرّت ہوئی۔ اللّٰھم زد فزد۔''

(مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۱۱۴)

ستائیسویں سبق کی تفصیل شاہ صاحبؒ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

''سبق بست وہفتم، مراقبۂ حقیقتِ قرآن مجید: نیت: اس کمالِ وسعت والی بے مثل و بے چوں ذات سے جو منشاءِ حقیقتِ قرآن مجید ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔'' بعض اکابر نے اس مقام میں دیکھا ہے کہ میں خانۂ کعبہ کے اوپر آ گیا ہوں اور وہاں ایک زینہ رکھا ہوا ہے جس کے ذریعے سے اوپر چڑھ کر حقیقتِ قرآن مجید میں داخل ہوا ہوں۔ اس مقام پر شرحِ صدر ہو جاتا ہے، وسعت و بے چونی میں احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں، کلامِ الٰہی کے بطون و اسرار اس مقام پر ظاہر ہوتے ہیں اور کلام اللہ کے ہر حرف میں معانی کا ایک بے پایاں دریا نظر آتا ہے، پند و نصائح و قصص و حکایات اور اوامر و نواہی وغیرہ کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ قرآن مجید پڑھنے کے وقت قاری کی زبان شجرۂ موسوی کا حکم حاصل کر لیتی ہے اور قاری کا تمام قالب زبان بن جاتا ہے۔ قرآن مجید کے انوار کے ظاہر ہونے کی علامت غالباً عارف کے باطن کے اوپر ایک ثقل (بوجھ) کا وارد ہونا ہے، بموجب آیۂ کریمہ **انا سنلقی علیك قولا ثقیلا** (یعنی بے شک عنقریب ہم تجھ پر ایک بھاری قول ڈالیں گے) نسبتِ حقیقتِ کعبۂ معظمہ باوجود اس سب عظمت و کبریائی کے حقیقتِ قرآن مجید سے نیچے دکھائی دیتی ہے۔

(تنبیہ) اس دائرے کے محاذات میں دائرۂ حقیقتِ صوم واقع ہوا ہے، اس کے انوار و اسرار بھی اسی کے متعلق ہیں اور یہ دائرہ بھی داخلِ سلوک نہیں ہے۔'' (عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص: ۲۹۶)

اس سبق کی کیفیات ملاحظہ فرمانے کے بعد شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"مراقبہ حقیقتِ قرآن کی جو کیفیات آپ نے تحریر فرمائی ہیں محمود اور مظہرِ ثمرات و برکات ہیں۔ اب آپ کو اگلے سبق کی اجازت ہے۔ شروع کریں ان شاء اللہ العزیز موجبِ فیض و ترقی ہوگا۔"

(مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۱۷۰، ۱۷۱)

اٹھائیسویں سبق کی تفصیل کچھ یوں ہے:

"سبق بست و ہشتم، مراقبہ حقیقتِ صلوٰۃ: نیت: اس کمال وسعت والی بے مثل و بے چون ذات سے جو حقیقتِ صلوٰۃ کا منشاء ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آرہا ہے۔" اثرات: اس مقام پر حضرتِ ذاتِ بے چون کی کمال درجے کی وسعت ظاہر ہوتی ہے اور نماز کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے یہ مقام نہایت اعلیٰ و ارفع ہے۔ الصلوٰۃ معراج المؤمنین (نماز مومنوں کے لیے معراج ہے) اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ (بندہ نماز میں رب کے زیادہ نزدیک ہوتا ہے) کا راز ظاہر ہوتا ہے، اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ حقیقتِ قرآن مجید اس کا ایک جزو اور حقیقتِ کعبہ اس کا دوسرا جزو ہے۔ سالک جب اس حقیقتِ مقدسہ سے بہرہ ور ہوتا ہے تو نماز ادا کرتے وقت اس دارِ فانی سے باہر ہو کر دارِ آخرت میں داخل ہو جاتا ہے اور حدیث ان تعبد اللہ کانک تراہ بطریقِ کمال جلوہ گر ہو جاتی ہے، سالک کو چاہیے کہ نماز کی ادائی میں تمام سنن و آداب کی کماینبغی رعایت کرے تا کہ حقیقتِ صلوٰۃ جلوہ گر ہو جائے۔ لوگ نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں، یہی وجہ ہے کہ صوفیوں کا ایک جمِ غفیر اپنے اضطراب اور قبض کی تسکین و علاج راگ و نغمہ کے پردے میں دیکھتا ہے اور اپنے مطلوب کو سماع و وجد و تواجد

میں تلاش کرتا ہے۔ اسی لیے وہ رقص و موسیقی کو اپنے عادت بنالیتے ہیں، اگر نماز کے کمالات کا ایک شمہ بھی ان پر ظاہر ہوتا تو کبھی سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔ ان ہر سہ حقائقِ الٰہیہ میں سالک کے تمام وجود میں اضمحلال سرایت کر جاتا ہے اور وسعتِ باطن بتدریج اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔" (عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص: ۲۹۶، ۲۹۷)

اس سبق کی کیفیات پر تبصرہ فرماتے ہوئے حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"احوال و کیفیاتِ باطنی معلوم و مفہوم ہو کر مسرت و انبساط ہوا۔ اللّٰھم زد فزد۔ الحمد للہ کہ حقیقتِ صلوٰۃ کے اثرات واضح و ظاہر ہیں۔ ان شاء اللہ بوقتِ ملاقات مزید آگے عرض کروں گا۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۱۳۴)

اس کے بعد اگلے سبق کی تفصیل کے ضمن میں شاہ صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"سبق بست و نہم، مراقبہ معبودیتِ صرفہ: نیت: "اس ذاتِ محض سے جو معبودیتِ صرفہ کا منشاء ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔" اسی کو لا تعین بھی کہتے ہیں۔ اثرات: اس دائرے میں سیرِ قدمی کو گنجایش نہیں یعنی پرواز سے اس میں نہیں پہنچ سکتا بل کہ سیرِ نظری ہے نظر یعنی فکر سے فیض لے سکتا ہے کیوں کہ نظر ہر جگہ پہنچ سکتی ہے، قدم صرف مقاماتِ عابدیت میں پہنچتا ہے اور یہ مقام معبودیتِ صرفہ ہے۔ اس جگہ عابدیت اور معبودیت میں فرق ظاہر ہوتا ہے اور اس بات کا یقینِ کامل بھی اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے کہ معبودِ حقیقی یعنی احدیت مجرّدہ کے سوا کوئی اور کسی قسم کی عبادت کا مستحق نہیں اگرچہ اسماء و صفات ہی کیوں نہ ہوں، گویا کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ کی اصل حقیقت کہ منتہیوں کے لیے اس کلمے کے معنی لا معبود الا اللہ ہیں اور

عابد معبود سے کما ینبغی جدا ہو جاتا ہے اور شرک یہاں جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے۔ اس مقامِ مقدسہ میں نماز کی عبادت پر ترقی منحصر ہے۔

(فائدہ) حقائقِ الٰہیہ کی سیر یہیں تک تھی، اب حقائقِ انبیاء کا بیان ہوتا ہے اور یہ حقائق انبیاء جو کہ تعینِ حبی میں واقع ہیں اصل میں ولایتِ کبریٰ میں داخل ہیں، چوں کہ آخر میں منکشف ہوئے ہیں اس لیے سیر وسلوک میں بھی آخر میں واقع ہوئے ہیں۔ جس طرح حقائقِ الٰہیہ میں ترقی اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اسی طرح حقائقِ انبیاء میں ترقی سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر موقوف جانیں، جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات وافعال کو بھی دوست رکھتا ہے، پس محبت کی دو قسمیں ہوئیں (۱) محبّیت (۲) محبوبیت۔ محبیتِ ذاتیہ کے کمالات کا ظہور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہوا، اور محبوبیت کی بھی دو قسمیں ہیں: محبوبیتِ ذاتی اور محبوبیتِ صفاتی واسمائی۔ محبوبیتِ صفاتی واسمائی کا ظہور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء علیہم السلام میں متحقق ہوا اور محبوبیتِ ذاتی کا ظہور حقیقتِ محمدی واحمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں متحقق ہوا۔ پس اوّل کمالاتِ صفاتی وحقیقتِ ابراہیمی میں سیر شروع ہوتی ہے پھر حقیقتِ موسوی میں، پھر حقیقتِ محمدی واحمدیؐ میں سیر واقع ہوگی۔

(عمدۃ السلوک، حصّہ دوّم، ص: ۲۹۷، ۲۹۸)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر صاحبؒ کے نام تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے اسباق کی پابندی اور مراقبۂ معبودیتِ صرفہ تک کر لینے کا حال اور اس کی کیفیات کے حصول سے تسلّی وخوشی حاصل ہوئی۔ اللہ پاک مزید

توفیق واستقامت نصیب فرماوے۔ آمین'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۱۷۴)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی زیارت ہوئی تو میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ کے زمانے میں بھی یہ ۳۵/اسباق تھے تو فرمانے لگے، بیٹے، تمھارا زمانہ ایسا ہے کہ تم لوگوں کو انگلی پکڑ کر ایک ایک سیڑھی پر چڑھانا پڑتا ہے۔ ہمارے زمانے میں ایسا نہیں تھا بل کہ یکایک منزلِ مقصود پر پہنچادیا جاتا تھا:

ع شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے''

(مکتوباتِ غلام مصطفےٰ خاں، جلد اوّل، ص:۳۲۸)

ڈاکٹر صاحب مفتی محمد مظہر بقا رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے مکتوب میں بیان فرماتے ہیں:

''بیعتِ وحدانی پر فیض آنے کا تصوّر (سبق ۲۳-۲۴-۲۵) عموماً لطیفۂ قلب پر مذکور ہو تو آسانی ہوتی ہے۔ تمام لطائفِ عالمِ امر و خلق پر فیض آنے کا تصوّر ذرا مشکل ہے۔ میں خود بھی اسی طرح کرتا ہوں۔ تمام اسباق ہر روز کیے جائیں تو بہتر ہے۔ فجر کے بعد سے اشراق تک، پھر کسی دوسرے وقت دو دو تین منٹ بھی کرلیں تو بہتر ہے ورنہ بعض اسباق پھر چھوٹ جاتے ہیں۔ آج کل سردی ہے تو حبسِ دم ضرور کرلیا کریں، خواہ تھوڑی سی دیر سہی۔'' (مکتوباتِ غلام مصطفےٰ خاں، جلد اوّل، ص:۳۲۲)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف کے سفر کا احوال کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

''رات کی گاڑی سے سرہند شریف کے لیے روانہ ہوا۔ وہاں فجر کے وقت

پہنچا۔ اسٹیشن ہی سے حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ کی توجہات شروع ہوگئیں۔ درگاہ شریف فاصلے پر ہے۔ وہاں پہنچتے پہنچتے ہی سخت بخار شروع ہوگیا اور میں دروازے کے قریب ہی ایک کمرے میں لیٹ گیا۔ میرے رفقاء بشیر اللہ صاحب، عبدالغفار صاحب اور محمد اخلاق صدّیقی صاحب کراچی سے آگئے تھے۔ وہ لوگ کمرے سے گئے تو حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ اور اُن کے پوتے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور پھر تشریف لے گئے۔ میرا بخار کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔ رفقاء قریب کی بستی میں ڈاکٹر کی تلاش میں گئے۔ عرس کا زمانہ تھا، بڑا ہجوم تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ہزاروں لوگوں کے ہجوم میں درگاہ شریف کی مسجد کے ایک ضعیف اور خوب صورت مؤذن صاحب میری تلاش میں آئے اور مسکرا کر فرمانے لگے کہ آپ یہاں روک لیے گئے ہیں اور یہ بخار وغیرہ نہیں ہے بل کہ خاص توجہات ہیں۔ دوسرے دن بھی تیز بخار رہا۔ تیسرے دن اور بھی تیز ہوگیا اور میں اس وقت تک ایک مرتبہ بھی آستانہ عالیہ پر حاضر نہ ہوسکا تھا۔ تیسرے دن مغرب کے وقت اس قدر شدّت سے بخار آیا کہ مغرب کے فرض لیٹے لیٹے پڑھے اور سنت پڑھنے کی ہمّت نہ ہوئی۔ اتنے میں حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ پھر تشریف لائے اور فرمایا۔ ''آج تو تیسرا ہی دن ہے اور کل جمعہ ہے، پرسوں چلے جانا۔'' میں نے اپنے رفقاء سے عرض کیا کہ آج عشاء کے وقت مجھے سرہند شریف کے لیے روانگی کے تین دن پورے ہوجائیں گے اور ان شاء اللہ عشاء کے وقت میرا بخار دور ہوجائے گا۔ آپ لوگ فکر نہ کریں۔ چناں چہ ٹھیک عشاء کی

اذان شروع ہوتے ہی میرا بخار غائب ہو گیا۔ میرے کپڑے پسینے سے تر ہو چکے تھے۔ اس لیے میں نے رات کے بجائے صبح کو فجر کے بعد آستانہ عالیہ پر حاضری دینے کا ارادہ کیا۔ چناں چہ صبح کو حاضر ہوا تو حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ مسکرا کر فرمانے لگے۔ ''تم آ گئے؟'' میں نے عرض کیا ''جی ہاں، حضور!'' پھر خوب مستفیض ہوا اور بخار میں رہ چکنے کے باوجود میرے جسم میں اتنی قوّت پیدا ہو گئی کہ میں پیدل ہی حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر پہنچ گیا۔ (قریب دو میل کے فاصلے پر ہے) اُن کی خدمت میں بیٹھا تو فارسی میں گفت گو فرمائی اور حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے متعلق فرمایا اُوفخرِ خاندانِ من است!'' میں نے عرض کیا۔ ''اوفخرِ اُمتِ محمدیہ است (صلی اللہ علیہ وسلم)۔'' میرے اس عرض کرنے پر جوشِ مسرت سے اُن کا چہرۂ مبارک تمتمانے لگا اور مجھے بہت دعائیں دیں۔ پھر فرمایا کہ تم اب کراچی جاؤ اور فلاں دن بمبئی سے جہاز جائے گا۔ تمھاری والدہ تم کو یاد فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا: ''بہتر ہے!'' پھر آستانہ عالیہ کے قریب خاندانِ مقدّسہ کے دیگر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شفقت فرمائی، پھر حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا کرم ہوا۔ مغرب کے بعد حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ بہت سے سکھ لوگ جمع ہیں اور لنگوٹ باندھے ہوئے ہیں۔ حضرت صاحب علیہ الرحمہ اُن میں سے ایک ایک کو پکڑ کر دیوار کی ایک دراڑ سے بری طرح ٹکرا رہے ہیں اور وہ لوگ بے تحاشا بھاگ رہے ہیں۔

حضرت علیہ الرحمہ کے جلال کو دیکھ کر مؤدب بیٹھا رہا اور سلام عرض کر کے واپس آ گیا۔ پھر عشاء کے بعد حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تو دیکھا کہ کئی بزرگ خدمت میں جمع ہیں اور ایک بزرگ کسی بلا کو گرفتار کر کے لائے ہیں۔ اُس بلا کی شکل عورت جیسی تھی اور بڑے بڑے آبلے یا پھوڑے تمام بدن پر تھے۔ حضرت قدس سرہٗ نے اس عاجز سے فرمایا۔ ''تم جاؤ۔ یہ وقت تمھارے لیے نہیں ہے۔'' چناں چہ میں فوراً ہی وہاں سے مؤدب واپس جا کر اپنے کمرے میں سو گیا۔ صبح کو سنیچر تھا یعنی وہ دن جب کہ حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے جانے کی اجازت تھی۔ دن کو حاضری دی اور اجازت لے کر رخصت ہوا۔''

(تاریخِ اسلاف، ص:۴۸ تا ۵۱)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مجدّد صاحب قدس سرہٗ العزیز کے روضۂ اقدس پر قدم بوسی کی کیفیاتِ مندرجہ سے آگاہی ہو کر بہت بہت مسرّت ہوئی۔''

(مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۲۱۶)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ جولائی ۱۹۵۶ء کے سفرِ ہند کے ایک خاص واقعے کا ذکر فرماتے ہیں:

''ہم سب لوگ سرہند شریف کو روانہ ہوئے۔ اب ہمارے ساتھ ایسے لوگ بھی تھے (خود میری اہلیہ بھی) جن کے پاس سرہند شریف کا ویزا نہیں تھا۔ ہم سب لوگ حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے۔ مراقبے سے فارغ ہو کر باہر صحن میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سکھ پولیس والا ہم سب

کے پاس پورٹ دیکھنے کے لیے آیا۔ ہم لوگ اب فکر مند تھے کہ بعض کے پاس وہاں کا ویزا نہیں تھا لیکن حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کی زندہ کرامت اور حضرت شاہ صاحبؒ کی دعا کی یہ شان دیکھی کہ اُسے ہم میں سے صرف وہ لوگ نظر آئے جن کے پاس وہاں کا ویزا تھا۔ بس ایسے ہی لوگوں سے اُس نے پاس پورٹ دیکھا اور اندراج کر کے واپس دے گیا۔ یہ عجیب واقعہ ہوا۔" (طوبیٰ لہم، ص:۱۹)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ماشاء اللہ حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ العزیز کی اپنے متعلقین پر ہمیشہ خاص نظر رہتی ہے اور اُن کی توجہات سے حلقہ بگوشانِ سلسلہ کو بڑی بڑی توقعات وابستہ ہیں۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۲۱۲)

جولائی ۱۹۶۳ء کے سفرِ ہند سے متعلق ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"۲۰، ۲۱ر جولائی کو سرہند شریف کی حاضری بحمد اللہ پھر نصیب ہوئی۔ وہاں تمام بزرگوں کی خدمت میں حاضری دی۔ تمام بزرگوں نے بڑا کرم فرمایا۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شفقت سے نوازا۔ وہاں دوسرے بزرگ بھی تشریف فرما تھے۔ ان بزرگوں نے اس عاجز کے متعلق حضرت علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ تو حضرت علیہ الرحمہ نے جواب دیا۔ "یہ ہمارے مجدّد صاحب قدس سرہٗ کا چہیتا ہے۔" الحمد للہ! کہاں یہ کلمات اور کہاں مجھ جیسا سیاہ کار۔" (فضلِ کبیر، ص:۴۷)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی عجز کا یہی انداز ملتا ہے۔ ایک خط میں ڈاکٹر صاحبؒ یعنی اپنے مرید کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ حضرات کے طفیل اس عاجز کے قلب کی سیاہی بھی دور ہو کر ذریعۂ نجات حاصل ہو جائے۔ آمین'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ۲۲۰)

شاہ صاحب ؒ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں علیہ الرحمہ کے نام تحریر فرماتے ہیں:

''مراقبۂ معبودیتِ صرفہ کی کیفیات معلوم ہو کر مسرّت میں اضافہ ہوا۔ اللّٰھم زد فزد۔ ولایتِ کبریٰ کے بعد سلوک کے دو راستے ہو جاتے ہیں۔ ایک حقائقِ الٰہیہ جو ماشاء اللہ آپ طے کر چکے ہیں۔ اس کے بعد دائرہ لاتعین ہے، بل کہ اسی معبودیتِ صرفہ کا نام دائرہ لاتعین بھی ہے۔ دوسرا حقائقِ انبیاء جو دراصل ولایت کبریٰ ہی کا حصّہ ہے۔ معبودیتِ صرفہ کی کیفیات مزید حاصل کرنے کے لیے کچھ روز اس کو کر کے پھر جب آپ چاہیں، اس عاجز کی طرف سے اجازت ہے کہ حقائقِ انبیاء کے اسباق شروع کر دیں یعنی اُن کا پہلا سبق حقیقتِ ابراہیمی آپ شروع کریں۔ ان شاء اللہ العزیز اس کے فیوضات و برکات بھی حاصل ہوں گے۔ معبودیتِ صرفہ میں معبودِ حقیقی اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا راز بھی منکشف ہوتا ہے اور شرکِ خفی و جلی سے تبرا اور خلوص حاصل ہوتا ہے۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۱۷۸)

شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ''عمدۃ السلوک'' میں تیسویں سبق کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی ہے:

''سبق سی ام، مراقبۂ حقیقتِ ابراہیمی: نیت: ''اس ذات سے جو حقیقتِ ابراہیمی کا منشاء ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔ اثرات: اس بلند مقام پر سالک کو حضرتِ حق سبحانہٗ سے خاص انسیت اور محبوبیت ظاہر ہو کر کمالاتِ صفاتی و محبوبیت اسماء کا ظہور ہوتا ہے۔ مقامِ خُلّت اسی سے کنایہ

ہے اور اس دائرے کو دائرۂ خُلّت بھی کہتے ہیں اور یہ نہایت عجیب و کثیر البرکات مقام ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس مقام پر حضرت خلیل علیہ السلام کے تابع ہیں اور سیّد الابرار حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم اتّباعِ ملتِ ابراہیم حنیفؑ سے مامور فرمایا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درود سے تشبیہ فرمائی جیسا کہ نماز میں پڑھتے ہیں، پس اس مقام میں درودِ ابراہیمی پڑھنا بہت خیر و برکت کا باعث ہے۔ یہاں سالک کو ذاتِ حق سبحانہٗ سے خاص انس و خلت پیدا ہو جاتی ہے اور محبوبیتِ صفاتی جو عالمِ مجاز میں خط و خال اور قد و عارض وغیرہ سے تعبیر کی جاتی ہے بطورِ عکس جلوہ گر ہوتی ہے، اسی لیے سالک سوائے ذات کے کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اگرچہ وہ اسماء و صفات ہوں یا ظلال و مزاراتِ مشائخ کرامؒ ہوں یا ارواحِ طیبہ و ملائکہ کرامؑ، اس کو غیر اللہ سے مدد مانگنا اچھا نہیں لگتا، ربی اعلم بحالی من سوالی (میرا رب میرے حال کو میرے سوال سے زیادہ جانتا ہے) اس پر وار د رہتا ہے، لیکن اس مقام میں اس قدر بے رنگی نہیں ہے جتنی کہ محبوبیتِ ذاتی میں ہے۔ اس مقام میں سالک کو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت معلوم ہوتی ہے لیکن چاہیے کہ سوائے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسی خصوصیت کے ساتھ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا طفیل سمجھے۔'' (عمدۃ السلوک، حصہ دوّم، ص:۲۹۸)

پروفیسر، ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں:

''امتِ مسلمہ کے جملہ مؤمنین کو تمام فیوض و برکات پیکرِ نبوت نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کے چشمہ فیض سے عطا کیے جاتے ہیں کیوں کہ حضور علیہ السلام نے خود فرمادیا انما انا قاسم و اللّٰہ یعطی (صحیح بخاری) یعنی اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں۔ اس لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس شخص کا تعلقِ غلامی جتنا کامل اور مضبوط ہوگا اسی قدر اسے خاصہ نبوت کا فیض کثرت سے ملے گا۔" (ذکرِ الٰہی، ص:۳۹)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر صاحبؒ کے نام تحریر کرتے ہیں:

"ذکر و مراقبات وغیرہ کی کیفیات جو آپ نے تحریر فرمائی ہیں، ماشاء اللہ محمود و مسعود ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔ اب آپ اس سے آگے کا سبق شروع کریں۔ عاجز کی طرف سے اجازت ہے۔" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۱۹۶، ۱۹۷)

شاہ صاحبؒ اگلے سبق کی تفصیل اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"سبق سی و یکم، مراقبہ حقیقتِ موسوی، نیت: اس ذات سے جو خود اپنا محب اور حقیقتِ موسوی کا منشاء ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔"

اثرات: اس مقام کو دائرہ محبتِ ذاتیہ صرفہ بھی کہتے ہیں۔ اس مقام پر سالک کو کمالاتِ محبیت یعنی محبتِ ذاتی کے ظہور کے باوجود استغنا اور بے نیازی کا بھی ظہور ہوتا ہے حالاں کہ یہ اجتماعِ ضدّین ہے اور بعض طبیعتوں سے بعض وقت بے ساختہ رب ارنی انظر الیک (اے میرے رب تو مجھے اپنی ذات کا جلوہ دکھا، تاکہ میں تیری طرف دیکھوں) نکلنے لگتا ہے، بعض متحمل ہوتے ہیں اور برداشت کرلیتے ہیں۔ اس مقام میں درود شریف اللّٰھم صلّ علی سیّدنا محمد و آلہٖ و اصحابہ و علی جمیع الانبیاء و المرسلین خصوصًا علٰی کلیمک موسیٰ علیہ

السلام بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔"

(عمدہ السّلوک، حصّہ دوّم، ص:۲۹۹)

حضرت زوّار حسین شاہ علیہ الرحمہ ڈاکٹر صاحبؒ کے نام مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے اسباق کی باطنی کیفیات و واردات کے حصول کی بابت معلوم ہو کر تسلّی ہوئی۔ اللہ پاک مزید ترقی و استقامت نصیب فرماوے اور آپ کے ذریعے سے فیضِ باطنی کی بیش از بیش اشاعت فرما کر مقبول و ماجور فرماوے۔ آمین" (مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۲۰۳)

۳۲ رویں سے ۳۵ رویں سبق تک کی تفصیل شاہ صاحبؒ نے یوں بیان کی ہے:

"سبق سی و دوم، مراقبۂ حقیقتِ محمدیؐ: نیت: اس ذات سے جو خود اپنا ہی محبّ اور اپنا ہی محبوب ہے اور حقیقتِ محمدی کا منشاء ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔" اثرات: اس مقام میں محبوبیتِ ذاتیہ کا محبیتِ ذاتیہ سے مل کر ظہور ہوتا ہے اس لیے اس کو دائرۂ محبوبیتِ ذاتیہ ممتزجہ کہتے ہیں۔ اس کو حقیقت الحقائق اور تعینِ اوّل بھی کہتے ہیں کیوں یہ دوسرے انبیاء و ملائکہ کے حقائق کی اصل ہے اور دوسروں کے حقائق اس کے لیے ظل کی مانند ہیں، اس مقدس مقام میں خاص طرز پر فنا و بقا حاصل ہوتی ہے اور سرورِ دین و دنیا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص قسم کا اتحاد میسّر ہو جاتا ہے اور رفعِ توسط جس کے اکابر اولیاءؒ قائل ہوئے ہیں کے معنیٰ اس مقام پر ظاہر ہوتے ہیں اور تابع (سالک) متبوع (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے رنگ سے ایسی مشابہت پیدا کر لیتا ہے گویا کہ ہر دو ایک ہی چشمے سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک ہی محبوب کے ہم آغوش و ہم کنار ہیں اور دونوں شیر و شکر

کی مانند ہیں۔ ان اس سب امور کے باوجود اس کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ امام الطریقہ حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے اس قول کے معنی ظاہر ہوتے ہیں کہ: ''میں خدائے عزوجل کو اس لیے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔''

یہ مقام حقائقِ انبیاءؑ اور آسمانی کتابوں کے اسرار کا جامع ہے، سالک اس مقام پر تمام جزوی وکلی دینی ودنیوی امور میں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت ومشابہت ہونے کو بہت ہی دوست رکھتا ہے، اس مقام کے اسرار بے حد ہیں جو زبان پر لائے جاسکتے ہیں اور نہ ظاہری علم والوں کے لیے ان میں سے کوئی حصّہ ہے۔ اس مقام میں درود شریف **اللّٰھم صل علی سیّدنا محمد و علی اٰلِ سیّدنا محمد و اصحاب سیّدنا محمد افضل صلواتک عدد معلوماتک وبارک وسلم** بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

سبق سی وسوم، مراقبۂ حقیقتِ احمدیؐ: نیت: ''اس ذات سے جو اپنا ہی محبوب ہے اور حقیقتِ احمدی کا منشاء ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔''

اثرات: یہ مقام محبوبیتِ ذاتی سے پیدا ہوا ہے اس لیے اس کو دائرۂ محبوبیتِ ذاتیہ صرفہ بھی کہتے ہیں، اسی لیے اس مقام میں استغنا اور بے نیازی کی شان زیادہ کامل ہوتی ہے اور اس مراقبے میں نسبتِ سابقہ غلبۂ انوار سے جلوہ گر ہوتی ہے اور عجیب وغریب کیفیت حاصل ہوتی ہے کہ بیان وتحریر میں نہیں آسکتی۔ بعض سالک اس جگہ اپنے آپ کو بین یدی الرحمٰن (اللہ تعالیٰ کے سامنے) دیکھتے ہیں اور اسی خاصۂ محبوبیت کی وجہ سے حقیقتِ کعبہ بعینہٖ

حقیقتِ احمدی ہے کیوں کہ محبوبیت و مسجودیت دونوں حق تعالیٰ کے شیونات میں سے ہیں اور اس مقام پر محبوبیتِ ذاتی منکشف ہوتی ہے یعنی سالک ذاتِ حق سبحانہٗ کو بے لحاظِ صفات دوست رکھتا ہے کیوں کہ اس کی ذات ہی ایک ایسی ذات ہے جو تمام نقش و نگار کی موجب ہے۔ احمد عجب اسمِ سامی ہے جو کلمۂ مقدّسہ اَحد سے حلقۂ میم سے مرکب ہے جو کہ خدائے تعالیٰ کے پوشیدہ بھیدوں میں سے ہے پس احد لاشریک لہٗ ہے اور حلقۂ میم عبودیت کا طوق ہے جو کہ بندے کو مولیٰ سے متمیز کرتا ہے۔ پس بندہ وہی حلقۂ میم ہے اور احد اس کی تعظیم کے لیے آیا ہے جس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کو ظاہر کیا ہے۔

اس جگہ بھی درود شریف مذکورۂ حقیقتِ محمدی کا ورد مفید ہے، غرض حقائقِ انبیاء میں الفت و انسیت انبیاء علیہم السلام سے اور خصوصاً سردارِ دو جہاں فخرِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل طور پر ہو جاتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ وہ فنا و بقا جس پر ولایت موقوف ہے شہودی فنا و بقا ہے جو کہ نظر کے اعتبار سے ہے صفاتِ بشری اس فنا و بقا میں صرف پوشیدہ ہو جاتی ہیں زائل اور فانی نہیں ہوتیں لیکن فنائے تعینِ محمدیؐ میں صفاتِ بشری کے لیے زوالِ وجودی متحقق ہے اور جسد سے نکل کر روح کی طرف منتقل ہونا ثابت ہے اور بقا کی جانب میں بھی اگرچہ بندہ حق نہیں ہو جاتا اور بندگی سے نہیں نکلتا لیکن حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے اور معیّتِ مزید پیدا کر لیتا ہے اور اپنے آپ سے دور تر ہو کر احکامِ بشری اُس سے مسلوب ہو جاتے ہیں۔

سبق سی و چہارم، مراقبۂ حُبِّ صرف: نیت: ''اس ذات سے جو حُبِ صرف کا منشاء ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔'' اس جگہ حبِّ صرف ذاتی کے لحاظ سے مراقبہ کرے۔ اثرات: اس مقام پر نسبتِ باطن میں کمال بلندی و بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مرتبہ حضرتِ ذات مطلق ولاتعین کے بہت قریب ہے، اس لیے کہ جو چیز سب سے پہلے ظہور میں آئی وہ حبّ ہے جو منشاءِ ظہور و مبدأ خلق ہے۔ اصل میں حقیقتِ محمدیؐ یہی ہے اور جو پہلے بیان ہوئی وہ اس کا ظل ہے۔ یہ مقام حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حقائق اس مقام پر ثابت نہیں ہوتے اور اس میں سیرِ قدمی نہیں ہے بل کہ سیرِ نظری ہے اور نظر بھی عاجز و درماندہ و سرگرداں ہے۔

داماں نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گل چینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

اس مقام میں بھی درود شریف مذکورہ حقیقتِ محمدی کا ورد ترقی بخشتا ہے۔

سبق سی و پنجم مراقبۂ لاتعین، نیت: ''اس ذاتِ بحت سے جو دائرہ لاتعین کے فیض کا منشاء ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔'' اثرات: اس مقام پر حضرتِ ذات کا اطلاق ہے اور تعینِ اوّل یعنی حُبّی سے پہلے ہے، اسی لیے اسے لاتعین کہتے ہیں۔ اس مقام پر اس ذات سے فیض حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جاتا ہے جو تعینات سے پاک و مبرّا ہے، یہ مقام بھی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے اور یہاں بھی سیر نظری بعجز و درماندگی ہے۔

العجز عن درک الذات ادراک

والقول بدرک الذات اشراک

(ذاتِ حق کے ادراک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے اور ادراکِ ذاتِ حق کا دعویٰ شرک ہے)۔" (عمدہ السّلوک، حصّہ دوم، ص:۲۹۹ تا ۳۰۲)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصۂ اسباق کچھ یوں تحریر کیا ہے:

"خلاصۂ اسباقِ نقشبندیہ مجدّدیہ: یہ بیان مقاماتِ طریقۂ نقش بندیہ مجدّدیہ کا اختصار وایجاز کے طور پر ہے، اور اس تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّل استغراق و جذبات جو قلب میں حاصل ہوتے ہیں اس کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں۔ اس کے بعد استہلاک واضمحلال نفس میں پیدا ہوتا اور توحیدِ وجودی حاصل ہوتی ہے۔ اس کو ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں، پھر توحید شہودی اور کمال استہلاک و اضمحلال اور فنائے انائیت حاصل ہوتی ہے اس کو کمالاتِ انبیاء کہتے ہیں، اس کے بعد تمام وجود میں اضمحلال حاصل ہوتا ہے اور بتدریج وسعتِ باطن وکمالِ وسعت حاصل ہوتا ہے اور اس کو حقائقِ الٰہیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام سے انس ومحبت خصوصاً سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے متبعین سے حاصل ہوتی ہے اور ایمانیات وعقائدِ حقّہ میں بھی قوت حاصل ہوجاتی ہے اس کو حقائقِ انبیاء کہتے ہیں۔ جو شخص ان مقاماتِ عالیہ کے مراقبات میں کثرت کرتا ہے وہی ان مقامات کی ترقی وبساطت اور بے رنگی میں فرق کرسکتا ہے۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیّدنا محمد وعلی جمیع الانبیاء و اصحابھم والھم اجمعین ٥

اس طریق کا ہر شخص ان تمام مقامات کو نہیں پہنچتا بل کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کو

منظور ہوتا ہے قرب کے اس درجے تک امتیاز حاصل کرتا ہے، نیز جاننا چاہیے کہ ان مقاماتِ قرب کا ہر دائرہ بے نہایت ہے اور دائرے کا پورا ہونا اس اعتبار سے ہے کہ سالک کا جو کچھ حصّہ اس وقت اس دائرے میں مقدّر تھا پورا ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے ورنہ قرب کے مقامات کے دائرے کا پورا ہونا جو کہ بے نہایت ہے کوئی معنیٰ نہیں رکھتا اور بہت کم لوگ ہوں گے جو اپنی سیر کو آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں ورنہ ہر شخص اپنے وجدان سے اپنے احوال میں تبدیلی کو دیکھتا ہے اور اس وجدان کو بہ نظرِ کشفِ جہل کہتے ہیں اور ان مقامات کا حصول مرشد کی توجّہ سے سہل ہوتا ہے۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

تصفیۂ باطن کا تیسرا طریقہ رابطۂ شیخ ہے، اگر مرشدِ کامل شہودِ ذاتی کا واصل ہو، قوی التوجّہ ہو اور یادداشت کی مشق دائمی رکھتا ہو تو اس کی توجّہ سے تھوڑے زمانے میں وہ کچھ حاصل ہو جاتا ہے جو سال ہا سال کی محنت میں حاصل نہیں ہوتا۔ پس طالب جب اپنے مرشد کی صحبت میں رہے تو اپنی ذات کو مرشد کی محبت کے سوا ہر چیز کے تصوّر اور خیال سے خالی کر دے، اس کی طرف سے فیض کا منتظر رہے، دل کی جمعیت سے اس فیض کی حفاظت کرے، آدابِ صحبتِ شیخ کی پوری پوری رعایت کرے، شیخ کی رضا جوئی کا طالب رہے۔ شیخِ کامل کی صحبت میں اس کی توجّہ اور اخلاص کی برکت سے دل کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور اس کی محبت کے اثرات سے مشاہدۂ الٰہی کے انوار سے دل روشن ہو جاتا ہے، جب شیخ کی صحبت سے دور ہو تو اُس کی

صورت کو اپنے خیال میں محبت و تعظیم سے تصوّر کر کے استفادہ کیا کرے۔ اس کو رابطۂ شیخ یا تصوّرِ شیخ کہتے ہیں، اس سے دل کے وساوس و خطرات و خیالات دور ہو جاتے ہیں لیکن اس میں افراط سے بچنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ صورت پرستی تک نوبت پہنچے اور شریعت کی مخالفت ہو جائے۔ صرف اس قدر کافی ہے کہ یہ خیال کرے کہ جس طرح ذکر سیکھتے وقت شیخ کی صحبت میں بیٹھا تھا اب بھی تصوّر میں گویا کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو فیضانِ الٰہی شیخ کے قلب میں آ رہا ہے اس کے قلب سے میرے قلب میں آ رہا ہے۔ عدمِ صحبت کے زمانے میں بھی آداب کی رعایت اور خط کتابت جاری رکھے۔

مرشد کو چاہیے کہ ہر سبق کے لیے توجّہ خاص کے ذریعے سے مرید کے موردِ فیض پر فیض القا کرے اور توجّہ کا طریقہ جو مشائخ میں معمول ہے، یہ ہے:

طریقِ توجّہ: شیخ مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر اور اپنے آپ کو سب کاموں اور خیالوں سے خالی کر کے اپنے نفسِ ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا ڈالنا منظور ہو متوجّہ ہو، اور دل کی توجّہ صرف مرید کے حال پر کرے اور اپنی پوری اور قوی ہمّت سے تصوّر کرے کہ مجھ سے کیفیت و جذب و انوار و فیوض اس مرید میں سرایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طالب کی لیاقت اور استعداد کے موافق اس کو انوار و برکات حاصل ہوں گے اور جس مقام کے فیض کو منتقل کرے گا اس کے انوار و ترقیات بفضلہٖ تعالیٰ ظاہر ہوں گے۔ اگر مرید حاضر نہ ہو تو اس کی صورت کا تصوّر کر کے غائبانہ توجّہ کرتے ہیں اور اس کے کام کو انجام تک پہنچاتے ہیں۔ بعض مشائخ اس توجّہ کے ساتھ ذکر کو

اور طالب کے دل پر اسمِ ذات وغیرہ کی ضرب لگانے کو بھی ملا دیتے ہیں کیوں کہ اس سے حرارتِ قلب اور نفیِ خواطر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو دشوار کام پیش آئے ہمّتِ تصرّف کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کا حل طلب کرے ان شاء اللہ حسبِ تمنّا ظاہر ہوگا اور ہمّت سے مراد آرزو اور طلب کی صورت میں دل کا جمع اور ارادے کا مضبوط ہونا ہے اس طرح کہ دل میں سوائے اس مراد کے اور کوئی خطرہ نہ آنے پائے اور یہ فنا و بقا کی نسبت حاصل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یہ تصرّفات اکثر اوسط درجے کے سالکوں سے واقع ہوتے ہیں اور منتہیوں سے امورِ کونیہ میں التفات نہ ہونے کی وجہ سے کم ظاہر ہوتے ہیں۔ اب چند تصرّفاتِ امورِ کونیہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سلبِ امراض: اپنے نفس کو تمام خطروں سے خالی کر کے اپنے آپ کو اس بیماری میں مبتلا خیال کرے جو مریض کو ہے پس مریض کی بیماری اس شخص سے صاحبِ تصرّف کی طرف منتقل ہو جائے گی اور یہ بات عجائباتِ قدرت اور اس کی مخلوق میں صنعتِ الٰہی سے ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو سامنے بٹھا کر پانچ سو سانس کی مقدار میں اس کے مرض کو سلب کریں اس طرح کہ تصوّر کریں کہ جو سانس اندر جاتا ہے شخصِ مقابل کی جسمانی بیماریاں اس کے جسم سے نکلتی اور کھنچتی ہیں اور جو سانس کہ باہر آتا ہے تصوّر کرے کہ وہ بیماریاں روئے زمین پر گر رہی ہیں اور سلب کرنے والے کے اندر سے باہر آ رہی ہیں تاکہ سلب کرنے والا متاثر و متاذّی نہ ہو اور تضرّع و زاری و مناجات یامن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء

وغیرہ جنابِ کبریا میں کرنا لازمی ہے اور بعض اکابر استخارے کے بغیر سلب تجویز نہیں فرماتے تاکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی و نامرضی معلوم ہو جائے اور یہی طریقہ امراضِ روحانی کے سلب کا بھی ہے اور سلبِ نسبت وقبض وبسط کا طریقہ بھی اسی طرح ہے لیکن تصوّرِ سلب نسبت وقبض وبسط میں ہر سانس سے جو کہ باہر آتا ہے روے زمین پر ڈالنا لازمی نہیں ہے کیوں کہ اس سے خود سلب کرنے والے کو ایذا نہیں ہوگی۔ ازالۂ گناہ، القائے توبہ، حلِ مشکلات اور سلبِ امراض کے لیے بھی توجہ ڈالی جاسکتی ہے۔

طریق دفعِ بلا: بلائے نازلہ کے دفع کرنے کا طریق یہ ہے کہ اس بلا کی صورتِ مثالیہ خیال کر کے ہمّت اور قوّت سے اس کے دفع کرنے کی طرف توجہ کرے اور اپنی روح کو ساعت بساعت ملاءِ اعلیٰ یا اسفل کی طرف بلند کرے اور انھی کی طرف یک سو ہو جائے تو ان شاء اللہ عنقریب وہ بلا دفع ہو جائے گی۔

طریقِ تصرّف قلوب: بطریقِ مذکورہ قوّت اور ہمّت کے ساتھ طالب کے نفس سے بھڑ جائے اور اس کو اپنے نفس سے متصل کرلے پھر محبت یا جس قسم کا تصرّف کرنا چاہتا ہے اس کی صورت کو خیال کر کے اپنے دل کی جمعیت سے اس کی طرف متوجہ ہو تو اس میں اثر ہوگا اور محبت ظاہر ہو جائے گی یا وہ واقعہ اس کے ذہن میں جم جائے گا۔

دریافتِ نسبت اہل اللہ: اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر زندہ ہے اس کے سامنے اور اگر مردہ ہے تو اس کی قبر کے سامنے بیٹھے اور اپنے نفس کو ہر نسبت سے خالی کر کے درگاہِ علام الغیوب میں التجا کرے کہ یا علیم یا خبیر یا مبین مجھ کو خبر

دے اور اس شخص کی کیفیتِ باطن سے آگاہ کر، اور اپنی روح کو اس کی روح سے ملادے، پھر تھوڑی دیر کے بعد اپنی ذات کی طرف رجوع کرے پھر جو کیفیت کہ اپنے نفس میں پائے وہی اس کی نسبت ہے اور خطرہ معلوم کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے۔

طریق کشفِ حالاتِ آئندہ: بطریقِ معہود اپنے دل کو تمام خطروں سے پاک کر کے اور دعائے مذکور کے بعد اس واقعے کے کشف کا انتظار اس طرح کرے جیسے پیاسا پانی طلب کرتا ہے۔ جب اس کے دل سے ہر خطرہ دور ہو جائے تو اپنی روح کو ملاءِ اعلیٰ یا اسفل (ملائکہ مقربین یا اُن سے نیچے درجے) کی طرف حسبِ استعداد نہایت ہمّت سے متوجہ کرے۔ پس وہ واقعہ آوازِ ہاتف سے یا خود دیکھنے سے یا خواب میں معلوم ہو جائے گا۔

نزولِ سلوک: جب سالک سلوک پورا کر لیتا ہے تو طریقۂ مجدّدیہ میں سالک کا نزول پھر قلب میں کیا جاتا ہے کیوں کہ ارشاد قلب ہی میں جاری ہوتا ہے۔ دوسروں کو فیض بھی قلب ہی سے ملتا ہے۔ پھر وہی سبق جو قلب میں تھا شروع کیا جاتا ہے اور اب قلب کے ذکر سے خواہ اسمِ ذات کرے یا نفی اثبات یا تہلیلِ لسانی یا درود شریف، تمام لطائف اور ولایات و حقائق کا فیضان جاری ہو جاتا ہے اور تمام مقامات کا دورہ بھی کرتا رہے یعنی مغرب کے بعد یا جس وقت فرصت ہو تمام مقامات کے فیضان کا مراقبہ کرتا رہے خصوصاً ولایتِ صغریٰ سے جہاں تک ہو سکے روز مرّہ بے ناغہ کیا کرے اور جو مقام رہ جائیں پھر دوسرے وقت پچھلی رات یا صبح کو پورا کرے۔

نسبت یا ولایت: نسبت یا ولایت، مقبولیت و قرب اور حضور مع اللہ کو کہتے

ہیں۔ تمام سلسلوں میں نسبت ایک ہی ہے لیکن اس کے الوان واوصاف مختلف ہیں۔ کسی کو خشیت ہوتی ہے کسی کو محبت، کسی کو حضور مع اللہ اور اس کا ظہور سالک کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ عام طور پر خاندانِ چشتیہ میں حرارت وشوق، قادریہ میں صفا ولمعان اور نقش بندیہ اور سہروردیہ میں بے خودی واطمینان کا ادراک ہوتا ہے، اور احمدیہ مجدّدیہ میں تمام لطائف میں اللہ پاک کے لیے دوامی توجہ اور حضور پیدا ہوتا ہے۔ سلوک کے ہر مقام کی کیفیت کو بھی اس مقام کی نسبت کہتے ہیں۔

اصل نسبت جو حضور مع اللہ سے عبارت ہے کسی کے سلب کرنے سے سلب نہیں ہوسکتی، ہاں گناہ سے سلب ہوجائے تو یہ دوسری بات ہے، البتہ کیفیات والوان کی نسبت سلب ہوسکتی ہے، جو لوگ اس کی مشق کرتے ہیں وہ سلب کرسکتے ہیں۔ جس طرح خوشی کے وقت اگر طبیعت میں کوئی غم پیدا ہوجائے تو خوشی کی کیفیت جاتی رہتی ہے اسی طرح تصرّف سلب سے وہ کیفیتِ شوق جاتی رہتی ہے اور ایک قسم کی افسردگی پیدا ہوجاتی ہے لیکن پھر ذکر کی برکت سے وہ عود کرآتی ہے۔

عام مؤمنین میں بھی بعض تصفیۂ قلب وتزکیۂ نفس میں مشغول نہ ہونے کے باوجود صاحبِ نسبت ہوتے ہیں بل کہ بعض ان مجاہدین سے بھی اچھے ہوتے ہیں جو سال ہا سال ریاضت ومجاہدہ کرتے ہیں اور پھر بھی ناقص رہتے ہیں، لیکن اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ اہلِ ریاضت کو اس نسبت کا علم وحضور ہوجاتا ہے اور دوسرے کو اپنے صاحبِ نسبت ہونے کا علم نہیں ہوتا حالاں کہ وہ بھی مقبول بندہ ہوتا ہے۔ نیز عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ

کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے تعلق پیدا کرکے ہی اس نسبت کا حاصل کرنا اقرب و سہل ہے۔" (عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص: ۳۰۲ تا ۳۰۷)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کرام کی اقسام سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"اس باب میں بزرگوں کی مختلف عبارتیں ہیں، "انوار العارفین" میں اس باب میں جو تقریر ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے بارہ گروہ ہیں:

(۱) اقطاب، (۲) غوث، (۳) امامین، (۴) اوتاد، (۵) ابدال، (۶) اخیار، (۷) ابرار، (۸) نقبا، (۹) نجبا، (۱۰) عمد، (۱۱) مکتومان، (۱۲) مفردان۔ جناب مجدّدالفِ ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف (جلد ا، مکتوب ۲۵۶) میں فرمایا ہے کہ غوث قطبِ مدار سے الگ ہے بل کہ غوث اس کے روزگار کا مدد و معاون ہے۔ قطبِ مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرّر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیوں کہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار حکمی قطب ہیں۔ (فتوحاتِ مکّیہ کے چودھویں باب میں شیخ محی الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قطبِ یکتا جس سے نوعِ انسان کی تخلیق کے وقت سے لے کر قیامِ قیامت تک تمام انبیاءؑ و رسلؑ اور اقطاب مسلسل فیض حاصل کر رہے ہیں وہ آقائے دو جہاں باعثِ تخلیقِ کون و مکاں حضور سیّدنا محمد مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحِ طیّبہ ہے)۔

قطبِ العالم ایک ہوتا ہے۔ اس کو قطبِ اکبر، قطب الارشاد، قطب الاقطاب و قطب المدار بھی کہتے ہیں اور عالمِ غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا

ہے، اس کے دو وزیر ہوتے ہیں جو امامین کہلاتے ہیں، وزیرِ یمین (داہنے) کا نام عبدالملک ہے، یہ قطب کے داہنے ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملکوت پر رہتی ہے۔ اس کا رتبہ اپنے دوسرے ساتھی سے بلند ہے۔ یہی ہے جو قطب کی خلافت سنبھالتا ہے (اس کے وصال پر اس کا قائم مقامِ قطب ہوتا ہے) اور وزیرِ یسار (بائیں) کا نام عبدالرّب ہوتا ہے جو قطب کے بائیں ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملک پر رہتی ہے۔ اس کی ظاہری خصوصیات زہد، پرہیزگاری، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں اور باطنی خصوصیات صدق، اخلاص، حیا اور مراقبہ ہیں اور ان (امامین) سے اللہ تعالیٰ عالمِ غیب اور عالمِ شہادت (عالمِ محسوسات) کا تحفظ فرماتے ہیں، اور بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں ان کو قطبِ اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں، ان کو قطبِ ولایت کہتے ہیں، یہ عدد تو اقطابِ معیّنہ کا ہے اور غیر معیّن ہر قریہ اور ہر شہر میں ایک ایک قطب ہوتا ہے۔ اسی طرح جماعتوں اور قوموں کے بھی اقطاب ہوتے ہیں، غوث ایک ہوتا ہے۔ غوث کا اطلاق ایسے عظیم المرتبت انسان پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ اپنی حاجات لے کر جائیں، پریشانی کے عالم میں وہ لوگوں پر اہم ترین علوم کے پوشیدہ اسرار ظاہر کیا کرتا ہے۔ اس سے دعا طلب کی جاتی ہے اس لیے کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ وہ اگر باری تعالیٰ کو قسم دے کر کچھ طلب کرے تو حق تعالیٰ اس کی قسم پوری فرما دیتے ہیں جیسا کہ سیّدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ۔ صحیح یہی ہے کہ وہ قطبِ مدار سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔

اوتاد چار ہوتے ہیں اور وہ اس عالم کی چاروں سمتوں کے چار رکن میں رہتے ہیں، ان میں چار خصوصیات ظاہری ہیں: کثرتِ صیام، قیامِ لیل، کثرتِ ایثار اور شب کے تیسرے پہر میں یعنی نصف شب کے بعد استغفار، اور باطنی خصوصیات یہ ہیں توکّل، تفویض، ثِقَہ، (بھروسا) اور تسلیم۔ ان میں سے بھی ایک اُن کا قطب ہوتا ہے جس کی یہ اقتدا کرتے ہیں۔" (عمدۃ السلوک، حصّہ دوّم، ص: ۳۰۷، ۳۰۸)

مکحول بن عبداللہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ صحابیِ رسول ابو الدرداءؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ’انبیاء علیہم السلام اوتاد الارض تھے۔ جب نبوّت کا سلسلہ ختم ہوا تو امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گروہ کو ایک اللہ تعالیٰ نے مقرّر فرمایا جن کو ابدال کہتے ہیں‘ (بحوالہ نوادر الوصول)

شاہ صاحب علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں:

"ابدال چالیس ہوتے ہیں۔ بائیس یا بارہ شام میں اور اٹھارہ یا اٹھائیس عراق میں رہتے ہیں۔ یہ حضرات استقامت اور اعتدال سے بہرہ ور یعنی افراط وتفریط سے محفوظ ہوتے ہیں اور وساوس وخطرات سے پاک ہو چکے ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تعداد میں سات ہوتے ہیں اور اُن کے سپرد ہفت اقلیم کا تحفّظ ہے اور یہ ساتوں ابدال انبیاء علیہم السلام سے مدد حاصل کرتے ہیں جن کی ارواحِ طیّبہ آسمانوں پر متمکّن ہیں اور پھر ان ابدال کے ذریعے سے یہ مدد ساتوں دنوں پر وارد ہوتی ہے۔ ہر بدل کا تعلق ہفتے کے ایک مخصوص دن سے ہے۔ علاوہ بریں انھیں سیارگان سے متعلقہ امور و اسرار نیز ان کی حرکات اور مختلف منازل میں داخلے کا علم رہتا ہے۔ ان کو

ابدال اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی شخص ایک قوم سے دوسری قوم اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر اختیار کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ اپنا ایک ہم شکل قائم مقام بنا جاتا ہے کہ دیکھنے والوں کے لیے امتیاز ممکن نہیں رہتا۔ انھیں قطعاً شبہ نہیں ہوتا کہ وہ نہیں دوسرا ہے۔ یہ بدل کی امتیازی علامت ہے، بدل ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے، یہ آٹھ صفات سے متصف ملتے ہیں، ظاہر کے اعتبار سے خاموشی، بیداری، بھوک اور خلوت، اور باطن کے اعتبار سے تجرید، تفرید، جمع، توحید۔ ان میں سے ایک امام ہوتا ہے اور وہ اُن کا قطب کہلاتا ہے۔"

(عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص:۳۰۸، ۳۰۹)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اس امت میں کچھ دل ہوں گے ابراہیم علیہ السلام کے دل پر اور یہ ابدال کی ایک قسم ہے۔" روایت کیا اس کو حکیم ترمذی نے "نوادر الوصول" میں۔

مفتی محمد عبدالعزیز مزنگوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "احوالِ ابدال" میں ابدال کی تعداد سات بیان کرتے ہیں:

(۱)	ابدالِ اقلیم اوّل	بر قلبِ ابراہیم علیہ السلام	نام	عبدالحیٔ
(۲)	ابدالِ اقلیم دوّم	بر قلبِ موسیٰ علیہ السلام	نام	عبدالعلیم
(۳)	ابدالِ اقلیم سوّم	بر قلبِ ہارون علیہ السلام	نام	عبدالمرید
(۴)	ابدالِ اقلیم چہارم	بر قلبِ ادریس علیہ السلام	نام	عبدالقادر
(۵)	ابدالِ اقلیم پنجم	بر قلبِ یوسف علیہ السلام	نام	عبدالقاہر
(۶)	ابدالِ اقلیم ششم	بر قلبِ عیسیٰ علیہ السلام	نام	عبدالسمیع

(۷) ابدالِ اقلیم ہفتم بر قلبِ آدم علیہ السلام نام عبدالبصیر

مندرجہ بالا سات ابدالوں میں سے عبدالقادر اور عبدالقاہر کو ان مقامات، ممالک اور اقوام پر مسلّط کیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہونا ہوتا ہے۔''

(احوالِ ابدال، ص: و، ز)

حکیم ترمذی (ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسین بن بشر المؤذن) کی کتاب ''نوادر الوصول فی معرفۃ اخبار الرسول'' میں عبادہ بن صامت انصاری خزرجی، صحابیِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یہ حدیث ملتی ہے:

''عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس ابدال ہیں۔ انھی سے زمین قائم ہے اور انھی کے باعث تم پر مینہ برستا ہے۔ انھی کی وجہ سے تمھیں مدد ملتی ہے۔ اسے طبرانی نے روایت کیا (کبیر میں سندِ صحیح سے) اور حکیم نے تھوڑے اختلاف سے۔'' (نوادر ص: ۶۹، مطبوعہ قسطنطنیہ ۱۲۹۳ھ)

حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس بحث کو اس طرح ختم فرماتے ہیں:

''اخیار پانچ سو یا سات سو ہوتے ہیں اور ان کو ایک جگہ قرار نہیں بل کہ وہ سیاح ہوتے ہیں۔ ان کا نام حسینؔ ہوتا ہے۔ ابرارؔ ہی کو اکثر نے ابدال کہا ہے۔ نقبا تین سو ہوتے ہیں جو ملکِ مغرب میں رہتے ہیں۔ سب کا نام علی ہوتا ہے، یہ حقائقِ اشیاء اور اسرارِ نفوس کو آشکارا کرتے ہیں۔ ان سے دس کام وابستہ ہیں۔ چار ظاہر سے متعلق ہیں یعنی کثرتِ عبادت، تحقق، زہد، تجرد عن الارادہ (ترکِ ارادہ) مع قوتِ مجاہدہ، اور باطن سے چھے کام متعلّق ہیں یعنی توبہؔ، انابتؔ، محاسبہؔ، تفکرؔ، اعتصامؔ اور ریاضتؔ۔ ان تین سو کا

انھی میں سے ایک امام ہے۔ یہ سب کچھ اسی کے ذریعے سے لیتے اور اسی کی اقتدا کرتے ہیں۔ وہی ان کا قطب ہے۔ نجبا باختلاف اقوال ستر یا چالیس ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ہیں۔ ان سب کا نام حسن ہوتا ہے، یہ مخلوق کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور دنیا والوں کا غم کھاتے ہیں۔ دوسروں کی خدمت کرتے ہیں۔ ان میں آٹھ خصوصیات ہوتی ہیں، چار ظاہری یعنی جواں ہمت، متواضع، مؤدب اور کثیر العبادت ہوتے ہیں، چار باطنی یعنی صبر، رضا، شکر اور حیا۔ اخلاقی حیثیت سے ان کا رتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔ عمد چار ہوتے ہیں اور وہ زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں۔ ان سب کا نام محمد ہوتا ہے اور غوث ترقی کر کے فرد ہو جاتا ہے اور فرد ترقی کر کے قطب وحدت ہو جاتا ہے اور مکتوم تو مکتوم (پوشیدہ) ہی ہیں۔"

(عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص: ۳۰۹)

مکتومان سے متعلق مفتی محمد عبدالعزیز مزنگوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"یہ حضرات چار ہزار کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں لیکن اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتے۔ ان پر اپنا حال آشکار نہیں ہوتا۔"

(احوالِ ابدال، ص: ح)

شجرۂ حضراتِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اویسیہ رحمہم اللہ تعالیٰ

۱۔ سیّد الانبیاء، رحمۃ للعالمین رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم

۲۔ امام المسلمین، سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳۔ صاحبِ صدق وصفا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

۴۔ سیّد المتقین، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم

۵۔ امام اتقیاء واصفیاء، حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ سلطان العارفین، شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ جامع شریعت وطریقت، خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ سیّد الاخیار، خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ مجددِ مأۃ الخامس، خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ خواجۂ جہاں، حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ عارف باللہ، خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ سرخیلِ اولیاء، خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ صاحبِ اسرار، خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ زبدۃ الصالحین، خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ امیر الاولیاء، خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

۱۶۔ خواجۂ خواجگاں، حضرت بہاء الدّین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ قدوۃ العرفاء، خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ مولائے سالکین، خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ شیخ المشائخ، خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ صاحبِ زہد و تقویٰ، خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ میرِ درویشاں، خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ امام الطریقہ، خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۔ حاملِ بقائے دوام، خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ امام ربانی، حضرت مجدد الفِ ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔ قیوّم ثانی و عروۃ الوثقیٰ، خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔ محی الدّین والسنّۃ، خواجہ سیف الدین مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷۔ شاہدِ انوارِ الٰہی، خواجہ سیّد نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸۔ مظہر الشّہادہ، حضرت، مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ

۲۹۔ مجدّدِ مأۃ الثالث عشر، بحر العلوم، حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ

۳۰۔ شمس المعرفت، حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ

۳۱۔ عارفِ کامل، حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

۳۲۔ نیّرِ معرفت، خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

۳۳۔ زینۃ العارفین، خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ

۳۴۔ سراج الاولیاء، خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ

۳۵۔ زبدۃ الاصفیاء، خواجہ محمد فضلِ علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

۳۶۔ محی الدّین والطّریقہ، خواجہ محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ

۳۷۔ عمدۃ السالکین، حضرت زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۳۸۔ وحید العصر، حضرت غلام مصطفیٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ

۳۹۔ (الف) سیّد العارفین، حضرت سلیم خاں بخاری مدّظلہٗ

(ب) امام الطّریقہ والشّریعہ، حضرت منیر احمد خاں مدظلہٗ

(ج) شیخ الطائفہ، حکیم رفیق احمد خاں مدظلہٗ

اجازت نامہ (خواجہ دوست محمد قندھاریؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ بعدِ حمد وصلوٰۃ فقیر احمد سعید مجدّدی نسباً وطریقۃً کان اللہ لہٗ واضح می نماید کہ صلاحیت وکمالاتِ مرتبہ حاجّ الحرمین الشریفین ملّا دوست محمد دفقۃ (کذا) اللہ سبحانہ لما یحب ویرضی نزد ایں لاشی برائے کسبِ باطنی آمد وزیادہ از یک سال نزدِ فقیر اقامت کرد۔ دریں مدّت بلطائف عشرۂ ایشاں بطریق طفرہ توجہ نمودہ شد۔ حمد اللہ سبحانہ کہ ببرکۂ پیرانِ کبار در ہر مقام چاشنی آں بچشید وآثار وانوارِ ہر لطیفہ دریافت شد وامارات فنا و بقا در خود مشاہدہ نمودند۔ لہٰذا ایشاں را اجازۂ تعلیمِ طریقۂ نقشبندیہ مجدّدیہ وقادریہ وچشتیہ دادم۔ اللہ تعالیٰ در عمرِ ایشاں برکت نماید وموجبِ ترویجِ طریقہ شریفہ فرماید وشرط الاجازۃ الاستقامۃ علی الشریعہ واتّباع السنۃ والاجتناب عن البدعۃ ودوام الذکر والشغل مع اللہ والاعراض عن الخلق والیاس عنہم الرجاء من اللہ تعالیٰ بصبر وتوکل وقناعۃ ورضا وتسلیم برند۔

تو مباش اصلا، کمال این است وبس

رو وگم شو، وصال این است وبس

(تحفۂ زوّاریہ در انفاسِ سعیدیہؒ، ص: ۹، ۱۰)

حضرت خواجہ محمد فضلِ علی شاہ قریشی نور اللہ مرقدہٗ کو اجازتِ خلافت

"جب حضرت خواجہ سراج الدّین قدس سرہٗ دہلی شریف بغرضِ علاج تشریف لے گئے تو آپ کو خط بھیج کر دہلی بلایا۔ دہلی میں محلّہ چتلی قبر کے قریب جہاں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ وحضرت شاہ غلام علیؒ اور حضرت شاہ ابو سعید قدس سرہٗ اللہ اسرارہم کے مزاراتِ پُر انوار ہیں اور اُن دنوں حضرت خواجہ ابو الخیرؒ وہاں کے سجّادہ نشین تھے، وہیں حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمہ کا قیام تھا۔ حضرت خواجہ سراج الدّین علیہ الرحمہ نے اس متبرّک مقام پر آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔" (مقاماتِ فضلیہ، ص: ۱۲)

اجازت نامہ حضرات نقشبندیہ مجدّدیہ عثمانیہ (خواجہ محمد سعید قریشیؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیّد المرسلین والہ الطاہرین واصحابہ الطیبین اجمعین الی یوم الدین الخ امابعد!

می گوید فقیر حقیر لاشی محمد فضلِ علی قریشی ہاشمی عباسی کہ ایں عاجز خاکسار ذرّۂ بے مقدار در خاندانِ نقشبندیہ مجدّدیہ عثمانیہ داخل شدہ۔ علمِ سلوک تام دوبارہ تا دائرۂ لاتعین از حضرت قبلۂ عالم، حاجی، حافظ، مولانا، مولوی محمد سراج الدین صاحب دامانی حاصل نمودہ و شرفِ اجازت از آنحضرت قبلہ یافتہ، برائے تحقیقِ سلسلۂ شریف موجود است۔ پس ازیں عاجز لاشی برادرِ طریقت جناب مولانا صاحب، محمد سعید شاہ صاحب ولد محمد صادق شاہ صاحب قریشی ہاشمی سکنہ احمد پور شرقیہ علمِ سلوک وجذب وحالات وواردات صحیحہ حاصل نمودہ برائے تعلیم اسمِ ذات وعلمِ سلوک برائے طالبانِ مولیٰ و برائے خدمتِ اسلام بموجب ضرورت اجازت دادہ شد۔ طالبانِ راہِ حق جلّ وعلیٰ را مناسب است کہ زود فیضِ ظاہری و باطنی ازیں شیخِ کامل حاصل نمایند و ہیچ خطرہ و شک در دل نیارند کہ جناب خلیفہ صاحب موصوف للہ فی اللہ خدمتِ اسلام و برادرانِ اسلام کند۔ فقط

تاریخ ۲۳ ر ماہِ شوال ۱۳۴۷ ہجری المبارک — محمد فضلِ علی قریشی بقلم خود

مقام فقیر پور شریف

(حیاتِ سعیدیہ، ص: ۲۹، ۳۰)

اجازتِ بیعت و نقلِ سند (حضرت زوّار حسین شاہؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ المجاہد من جاہد نفسہ فی طاعۃ اللہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیّد المرسلین والہ الطاہرین واصحابہ الطیبین اجمعین الیٰ یوم الدین

میگوید فقیر حقیر لاشی محمد سعید قریشی ہاشمی عباسی کہ ایں عاجز خاکسار ذرّۂ بے مقدار

درخاندانِ نقشبندیہ مجددیہ عثمانیہ داخل شدہ۔ علم سلوک تام دائرۂ لاتعین از حضرت قبلۂ عالم، عالم اجل، حضرت مولانا، مولوی محمد فضل علی شاہ صاحب قریشی ہاشمی عباسی بفضلہٖ تعالیٰ حاصل نمودہ۔ شرفِ اجازت از حضرت قبلہ یافتہ برائے تحقیقِ سلسلہ شریف موجود است۔ پس ازیں عاجز لاشی برادرِ طریقت مولوی سیّد زوّار حسین شاہ صاحب ولد سیّد احمد حسین صاحب قوم سیّد، سکنہ گوہلہ علمِ سلوک وجذب وحالات وواراداتِ صحیحہ حاصل نمودہ برائے طالبانِ مولیٰ و برائے خدمتِ اسلام بموجب ضرورت اجازت دادہ شدہ۔ طالبانِ راہِ حق جلّ وعلیٰ را مناسب است کہ زودفیضِ ظاہری وباطنی ازیں شیخ حاصل نمایند وہیچ خطرہ وشک دردل نیارند کہ جناب خلیفہ صاحب موصوف للّٰہ فی اللّٰہ خدمتِ اسلام وبرادرانِ اسلام کند، فقط

عاجز محمد سعید قوم قریشی

سکنہ احمد پور شرقیہ بقلم خود

(مقاماتِ زوّاریہ، ص:۲۸)

وحید العصر حضرت غلام مصطفیٰ خاں علیہ الرحمہ کو اجازتِ بیعت

''جناب محمد اسلم صاحب ایم اے کے بارے میں داخلِ سلسلہ ہونے کا ارادہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے، آپ ان کو داخلِ سلسلہ کرلیتے اور دعا وغیرہ پڑھا کر ذکر بتلادیتے۔ بہرحال اب اجازت ہے کہ آپ ان کو دعا وغیرہ پڑھا کر ذکر کی تلقین کردیں اور اس عاجز کی طرف سے داخلِ سلسلہ فرمالیں۔ ان شاء اللہ العزیز بہتری ہوگی۔''

(مکتوب مرقومہ ۱۶ / ویں اپریل ۱۹۵۶ء)

(مکتوباتِ زوّاریہ، ص:۱۱۶، ۱۱۷)

☆☆☆

* حضرت غلام مصطفیٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ نے سیّد العلماء، امام الطریقہ والشریعہ، حضرت، حافظ منیر احمد خاں مدظلہٗ کو ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء میں باضابطہ خلیفہ وجانشین مقرر فرمایا۔

اجازت نامہ

(حضرت سلیم خاں بخاری، نقش بندی مجدّدی مدظلّہ)

باسمہٖ تعالیٰ۔ حامداً ومصلیاً

۱۳؍شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ

حضرت حافظ شیرازیؒ ہمارے حضرت بہاء الدین نقش بندی قدس سرّہ سے بیعت تھے۔ اسی لیے انھوں نے فرمایا ہے:-

اگر آن ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ مارا

بخالِ ہندوش بخشم سمر قند و بخارا را

اس شعر کے یہ معنی بھی ہو سکتے (ہیں) کہ مجھ شیرازی کا محبوب اگر میرا ہو جائے تو سمرقند و بخارا کو (اُن کے تقدّس کے باوجود) اُس کی محبت میں قربان کر سکتا ہوں، عزیزی سلیم خاں اسی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں اور مجھ عاجز پر قریب چالیس سال سے مہربان ہیں۔ ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کے پیشِ نظر اور اُن کے فیض کو جاری رکھنے کی خاطر (خود اپنی نااہلی کے باوجود) اُن کو ذکر ومراقبہ کی اجازت عرض کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ وماتوفیقی الا باللہ۔

احقر غلام مصطفےٰ خاں

(دستخط)



اجازت نامہ

(ڈاکٹر، مفتی محمد مظہر بقا علیہ الرحمہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

عرض ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محمد مظہر بقا صاحب مدّ ظلہٗ جامعِ علومِ ظاہری و باطنی ہیں اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کے ''مراقبہ لاتعین'' تک کی ترویج کی اعلیٰ صلاحیت بھی رکھتے ہیں، اس لیے یہ عاجز اپنی نااہلی اور بے علمی کے باوجود، محض اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان پر توکل کر کے اُن کو ترویجِ طریقہ و اماتتِ بدعتِ نامرضیہ و احیاء سنتِ سنّیہ کے لیے خلافت اور اجازتِ تعلیم دینے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ اجازت (یعنی خلافت) کئی ماہ پہلے ہی عرض کر چکا تھا لیکن اب تحریری طور پر بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں کی عاجزانہ طور پر معافی کا خواستگار ہے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین۔

احقر...... ڈاکٹر غلام خاں

چہار شنبہ ۳؍ ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ

۲؍ ستمبر ۱۹۹۲ء

کتابیات

پائندہ محمدؒ، مولانا: مجمع البحرین، (کراچی، ادارۂ مجددیہ، ۱۹۶۵ء)

حکیم ترمذی: نوادر الوصول فی معرفۃ اخبار الرسول، (قسطنطنیہ، مطبوعہ: ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء)

زوّار حسین شاہؒ، حضرت: عمدۃ السلوک، (کراچی، ادارۂ مجددیہ، نومبر ۱۹۸۴ء)

زوّار حسین شاہؒ، حضرت: مجدد الفِ ثانیؒ، (کراچی، ادارۂ مجددیہ، ستمبر ۱۹۷۲ء)

شاہ احمد سعیدؒ، حضرت: اربع انہار، (کراچی، دعوت الحق مسجد، ۱۸۹۴ء)

شاہ احمد سعیدؒ، حضرت: تحفۂ زوّاریہ در انفاسِ سعیدیہؒ، مرتبہ: ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاںؒ، (کراچی، خواجہ پرنٹرز، اشاعتِ اوّل ۱۹۵۳ء)

شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت: شفاءُ العلیل (ترجمہ: القول الجمیل)، (کراچی، سعید کمپنی، اشاعتِ دوّم مارچ ۱۹۷۰ء)

شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت: ہمعات (قطرات ترجمہ از عبداللہ شاہ)، (لاہور، ادارۂ اسلامیات، اشاعتِ اوّل فروری ۱۹۸۸ء)

شمس الدین عظیمی، خواجہ: احسان وتصوف، (ملتان، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، اشاعتِ اوّل نومبر ۲۰۰۳ء)

طاہر القادری، پروفیسر: ذکرِ الٰہی، (لاہور، ادارۂ منہاج القرآن، اشاعتِ اوّل اکتوبر ۱۹۸۹ء)

عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ: غنیۃ الطالبین، مترجم (اردو) علامہ ظہیر الدین بدایونی، (لاہور، کتب خانہ شانِ اسلام، تاریخِ اشاعت ندارد)

غلام مصطفےٰ خاںؒ، حضرت: تاریخِ اسلاف، (حیدرآباد، مطبوعہ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء)

غلام مصطفےٰ خاںؒ، حضرت: طوبیٰ لہم، (حیدرآباد، رائل بک ڈپو، ۱۹۹۵ء)

غلام مصطفےٰ خاںؒ، حضرت: فضلِ کبیر، (حیدرآباد، پیراماؤنٹ پرنٹنگ پریس، اشاعت اکتوبر ۱۹۹۹ء)

غلام مصطفےٰ خاںؒ، حضرت: مکتوباتِ زوّاریہ، (کراچی، گاباسنز، تاریخ اشاعت ندارد)

غلام مصطفےٰ خاںؒ، حضرت: مکتوباتِ غلام مصطفےٰ خاں، جلد اوّل، (حیدرآباد، زبیر پبلی کیشنز، اشاعتِ اوّل ۱۹۹۷ء)

غلام مصطفےٰ خاںؒ، حضرت: مکتوباتِ غلام مصطفےٰ خاں، جلد دوّم، (حیدرآباد، زبیر پبلی کیشنز، اشاعتِ اوّل، ۱۹۹۹ء)

فتح علی خاں، ڈاکٹر: فنِ یوگا، حصہ دوّم، (کراچی، ادارہ علومِ مخفی، اشاعت ہشتم ۱۹۹۹ء)

مجدّد الفِ ثانیؒ، حضرت: مبدأ و معاد مشمولہ مکتوباتِ امام ربانیؒ، جلد دوّم وسوّم (لاہور، ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، اشاعت اگست ۲۰۰۰ء)

مجدّد الفِ ثانیؒ، حضرت: مکتوباتِ امام ربانیؒ، جلد اوّل، (لاہور، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، اشاعت اگست ۲۰۰۰ء)

مجدّد الفِ ثانیؒ، حضرت: مکتوباتِ امام ربّانیؒ، جلد دوّم، (لاہور، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، اشاعت اگست ۲۰۰۰ء)

مجدّد الفِ ثانیؒ، حضرت: مکتوباتِ امام ربّانیؒ، جلد سوّم، (لاہور، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، اشاعت اگست ۲۰۰۰ء)

محمد اعلیٰ قریشی: مقاماتِ زوّاریہ، (کراچی، ادارۂ مجدّدیہ، اکتوبر ۱۹۸۲ء)

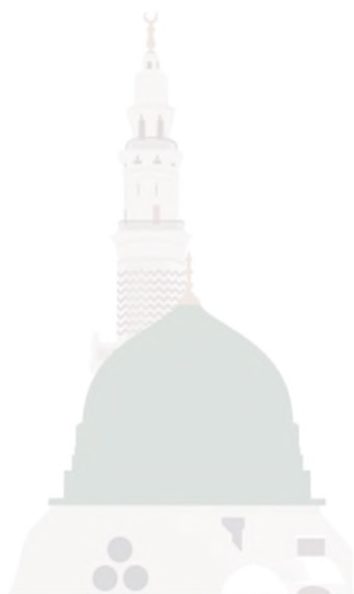
محمد المهدی بن احمدؒ، دلائل الخیرات، (کراچی، تاج کمپنی لمٹیڈ، تاریخِ اشاعت ندارد)

محمد طفیل: نقوش شمارہ ۱۰۵، (لاہور، ادارۂ فروغِ اردو، ۱۹۶۶ء)

محمد عبدالعزیز مزنگوی: احوالِ ابدال، (لاہور، مکتبۂ نبویہ، اشاعتِ دوّم ۱۹۹۲ء)

میر نعمانؒ، حضرت: رسالۂ سلوک، مرتبہ: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاںؒ، اشاعتِ اوّل ۱۹۶۹ء

اشاریہ


www.maktabah.org

پروفیسر مسعود الرحمٰن کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابیں

مطبوعہ

رئیس امروہوی، شخص و شاعر
شبِ افسانہ (تراجم)
منہاج السلوک (تصوف)

حسن بن صباح
شاہ نامۂ فردوسی
آئینِ سخن
جدید فارسی ادب

☆☆☆

غیر مطبوعہ

رئیس امروہوی بہ قلم خود
حرفِ آخر (مجموعۂ کلام)
مطالعۂ طواسین
پروین اعتصامی
فروغِ فرخ زاد
رباعیاتِ عمر خیام

سفرنامۂ ناصر خسرو
ایرانی موسیقی
فارسی املا
جنگل کا قانون (بچوں کی کہانیاں)
منٹو کی سرگذشت
دیوانِ قرۃ العین طاہرہ
اشغالِ نقشبندیہ